



# دررِ حدیث

مولف

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر  
دام ظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز  
لاہور کراچی، پاکستان



# درکِ حدیث

مؤلف

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	درس حدیث
مصنف	ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	جون 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	HS14

1151 -

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37247350۔ فیکس 042-37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

## پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آنحضرت روحی فداه ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِئَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِئَةً وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (جامع ترمذی، مشکوٰۃ باب الاعتصام ص ۳۰) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے سوائے ایک ملت کے سب کے سب جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ ایک گروہ کون سا ہے آپ نے فرمایا وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ایمان کی کسوٹی ہیں جن کا ایمان ان جیسا ہوگا جس کے عقائد و نظریات ان جیسے ہوں گے وہ حق پر ہے اور جنتی ہے اور جو ان کے عقائد و نظریات پر نہیں وہ جہنمی ہے۔ اس زمانہ میں اس حدیث کا صحیح مصداق اہل سنت و الجماعت ہیں۔ ان کے وہی عقائد و نظریات ہیں جو حضور سرور کون و مکان ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے بعض لوگ عوام میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت و الجماعت کے بعض عقائد و اعمال شرکیہ ہیں اور بدعت ہیں مثلاً علم غیب، حاضر و ناظر، حیات انبیاء و شہداء، سماع موتی، ندا یا رسول اللہ، انبیاء اور اولیاء کو مدد کے لئے پکارنا، میلاد شریف، سلام و قیام، گیارہویں، بارہویں، عرس، تیجہ، چالیسواں، فاتحہ و درود، دعا بعد نماز جنازہ، وسیلہ توسل، قبروں اور اولیاء کے مزارات پر حاضری اور اس کا ادب و احترام، کھانے پکانے اور قرآن وغیرہ پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب پہنچانا، نبیوں اور ولیوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں اور تبرکات کا ادب و احترام، قبروں کو بوسہ دینا، نماز میں آہستہ آواز سے مقتدیوں کا آمین کہنا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت نہ کرنا، نماز میں رکوع و سجود کے وقت رفع یدین نہ کرنا، نماز میں بیس رکعت تراویح پڑھنا، تین طلاقیں کو ایک نہ ماننا،

ہو جائے وہ چیزیں بھی متبرک ہو جاتی ہیں اور ان تبرکات کا ادب و احترام اور ان کو چومنا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کی حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابو ایوب نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ جس ممبر پر حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس ممبر پر اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اس کو چوم لیا اور اس سے برکت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور ﷺ کے پاس آیا ہوں جس طرح پتھر بے جان بے روح ہوتا ہے یہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس طرح حضور ﷺ کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی آسان فرماتے ہیں ان کے غموں کا مداوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی علاج کرانے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا، بزرگوں اور ولیوں کے ہاتھ پاؤں چومنا، جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے کرنا، وغیرہ وغیرہ اس قسم کے عقائد و نظریات اور اعمال آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے عقائد و نظریات اور ان کے افکار و اعمال کے خلاف ہیں اور یہ سب کام اہل سنت و الجماعت کرتے ہیں تو چونکہ یہ حضور ﷺ کے ارشاد مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي (جس پر میں اور میرے صحابی ہیں) والے گروہ میں سے نہیں ہوئے لہذا یہ (معاذ اللہ) جہنمی ہیں..... ہمارے عوام اس قسم کی باتیں سن کر اپنے عقائد و اعمال کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے فقیر نے وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جن میں مندرجہ بالا عقائد و نظریات و افکار و اعمال کا ثبوت حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے اقوال و اعمال سے ملتا ہے ہر حدیث کو اس کے الفاظ کے ساتھ نقل کر کے اس کے مستند حوالے مع کتاب کی جلد اور صفحہ نمبر کے ذکر کیے ہیں اس کے بعد اس حدیث پاک کا ترجمہ اور اس حدیث سے جو فائدہ روشنی اور سبق ہمیں ملتا ہے اس کو ذکر کر دیا ہے تاکہ اہل سنت و الجماعت کو یہ پڑھ کر اطمینان ہو جائے کہ الحمد للہ اہل سنت و الجماعت کا ہر عقیدہ اور عمل حدیث سے ثابت ہے بلکہ درحقیقت ان عقائد و اعمال کو نہ ماننے والے حدیث کے منکر ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں الحمد للہ احادیث سے ثابت ہیں اور اہل سنت و الجماعت ہی وہ ناجی اور جنتی گروہ ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ارشادات اور آپ کے طریقے پر عمل کر کے مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ أَصْحَابِي والے گروہ میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کو اس سے مستفیض ہو کر اپنے صحیح عقائد و اعمال پر یقین و استقامت اور غلط نظریات و اعمال سے نجات عطاء فرمائے..... اور میرے لئے اس کو بخشش کا ذریعہ بنا دے۔

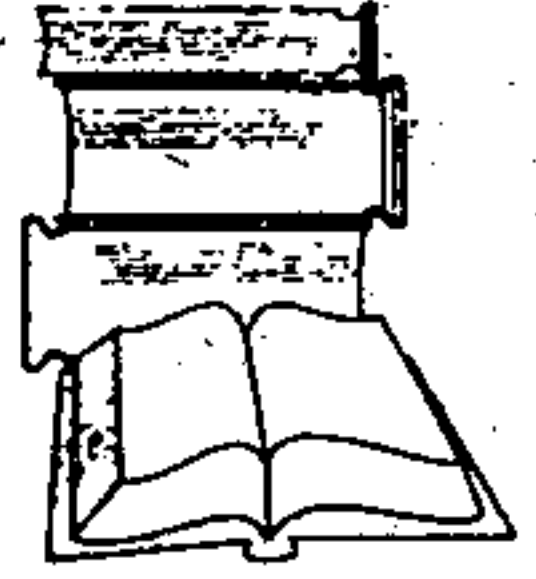
آمین بجاہ سید المرلین ﷺ و اصحابہ اجمعین

عاصی و خطا کار، رحمت رب کا امیدوار

ابوالخیر محمد زبیر

آزاد میدان، ہیر آباد، حیدرآباد

اہل علم کیلئے  
عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

۲ جلدیں

خصوصیات

۱۔ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل

۲۔ متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

۳۔ مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ

۴۔ ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب  
فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کوچی ○ پاکستان

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### حدیث نمبر ۱

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُورًا عَظِيمًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ عَنْهُ فَوَ اللَّهُ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا قَالَ أَنَسُ فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ وَ أَكْثَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي قَالَ أَنَسُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبُوكَ حُدَافَةَ قَالَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِينًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ عُمَرُ ذَلِكَ

(۱- صحیح بخاری، دوم، جلد ۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۱۰۸۳)

(۲- تفسیر خازن، زیر آیت لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تُبَدِّلْكُمْ الْآيَةَ)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سورج ڈھلتے ہی باہر تشریف لے آئے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا جو شخص بھی کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے وہ سوال کرے خدا کی قسم میں جب تک اس جگہ یعنی منبر پر ہوں



تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں وہ بتا دوں گا۔ انس کہتے ہیں یہ سن کر لوگ بہت رونے لگے (یعنی لوگ حضور کے غصہ سے کانپ گئے) اور حضور ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ ”جو مجھ سے پوچھنا چاہو پوچھ لو“ آخر ایک شخص (جو منافق تھا بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا) اٹھا اور پوچھنے لگا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے یا رسول اللہ ﷺ..... آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن حذافہ اٹھے اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ!..... میرا باپ کون ہے.....؟؟ (یعنی لوگ میرا باپ کسی اور کو بتاتے ہیں لہذا حقیقی میرا باپ کون ہے یہ بتائیے.....؟) آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے (یعنی تو صحیح النسب ہے لوگ جو تیرے نسب پر اعتراض کرتے ہیں وہ غلط ہے) پھر آپ نے کثرت سے فرمایا ”جو پوچھنا ہے پوچھ لو“ حضرت عمر (آپ کا غضب دیکھ کر) بڑے ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھے اور کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ انس کہتے ہیں جب آپ نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو آپ خاموش ہو گئے (یعنی آپ کا غصہ ختم ہو گیا)۔

فوائد

بخاری کی اس صحیح حدیث مبارک سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے.....!

۱۔ ایک تو یہ کہ ”یا رسول اللہ“ کہنا یہ شرک و بدعت یا حرام نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک سے دوسری سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کا علم عطا فرما دیا ہے اس لئے کہ ”سلوئی“ یعنی جو چاہے پوچھ لے یہ الفاظ وہی کہہ سکتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو اور ہر شے کی خبر ہو۔ آنحضرت ﷺ نے بار بار یہ الفاظ دہرائے اور اس کے جواب میں جس نے جو پوچھا سرکار نے وہ بتا بھی دیا اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ اس کائنات میں ہو چکا ہے یا قیامت تک جو کچھ ہونے

والا ہے ہر چیز کا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اللہ تعالیٰ نے علم عطاء فرما دیا ہے کوئی واقعہ کوئی خبر کوئی چیز ایسی نہیں جس کا آنحضرت ﷺ کو علم نہ دے دیا گیا ہو۔

۳۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغیبات خمسہ یعنی پانچ قسم کے علم غیب مثلاً کل کیا ہوگا ماں کے پیٹ میں کیا ہے، وغیرہ وغیرہ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارک سے اس کا بھی رد ہو گیا کیونکہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن خدا فریضی اللہ عنہ کے نسب کو بیان فرمایا جس کا تعلق ”مافی الارحام“ یعنی ماں کے پیٹ والے مسئلہ سے ہے اور دوسرے منافق کے جواب میں فرمایا کہ تو جہنمی ہے یعنی کل جہنم میں جائے گا اس کا تعلق ماذا تکسب غذا یعنی کل کیا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ علوم غیبیہ سے بھی اپنے محبوب کو سرفراز فرما دیا تھا لہذا قیامت کب آئے گی، کون کہاں مرے گا، بارش کب ہوگی، ان کا علم بھی حضور ﷺ کو عطاء فرما دیا گیا تھا۔

۴۔ اس حدیث مبارک میں حضور ﷺ کے غضب اور جلال کو دیکھ کر صحابہ کے کانپنے اور رونے کا ذکر ہے جبکہ تفسیر خازن میں تفصیل کے ساتھ آپ کے غصہ کی وجہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض منافقوں نے آپ کے علم پر اعتراض کیا تھا کہ آپ کو غیب کا علم نہیں ہے اس پر حضور ﷺ کو جلال آ گیا اور آپ نے غصہ سے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو.....؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے علم پر کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہیے جو لوگ حضور ﷺ کے علم پر اعتراض کرتے ہیں وہ حضور کے غضب اور جلال کو دعوت دیتے ہیں اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں کیونکہ جس سے حضور ناراض ہو گئے اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔

۵۔ اور ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ حضور ﷺ کے علم پر اعتراض یہ منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس وقت بھی حضور کے سامنے حضور ﷺ کے زمانہ میں منافقوں نے ہی حضور کے علم پر اعتراض کیا تھا لہذا آج بھی اگر کوئی حضور کے علم پر اعتراض کرے کہ حضور کو یہ پتہ نہیں حضور کو وہ پتہ نہیں تو اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کا حشر منافقوں کے ساتھ نہ ہو۔

## حدیث نمبر ۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبَلَتِي هَاهُنَا وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ وَ إِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۱۰۲، قدیمی کتب خانہ)  
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ ادھر قبلہ کی طرف ہے۔ خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں اور میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔“

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہ سمجھو اور نہ کہو۔ حضور کی کوئی چیز بھی ہم جیسی نہیں آپ کی ہر چیز زالی ہے۔ دیکھو ہماری آنکھیں صرف آگے کو دیکھتی ہیں پیچھے کیا ہو رہا ہے اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی آنکھیں جس طرح آگے دیکھتی ہیں اس ہی طرح پیچھے بھی دیکھ لیتی ہیں یہ تو وہ آنکھیں ہیں جنہوں نے رب کا دیدار کیا ہے بھلا ان کی برابری کون کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر تم دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تو یہ مت کہو کہ ”نبی پیچھے نہیں دیکھ سکتے“ (معاذ اللہ) ان کو اللہ نے وہ طاقتیں عطا فرمائی ہیں جو ہمیں عطا نہیں فرمائیں۔ اگر ہمیں کسی چیز کا علم نہیں اور کوئی شے ہم سے غیب میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہے۔ بلکہ جہاں ہماری نگاہ نہیں پہنچ سکتی۔ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نگاہ وہاں بھی پہنچ جاتی ہے اور کوئی شے حضور ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل اور مخفی نہیں۔

۳۔ ”خشوع و خضوع“ دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس تک عام انسان کی نگاہ نہیں پہنچ



سکتی نماز پڑھتے وقت آدمی کے دل کی کیا کیفیت ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اتنی وسیع نگاہ عطاء فرمائی ہے۔ کہ جو دل کے حال اور قلب کی کیفیت تک کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم حضور کی بارگاہ میں دل سے جو فریاد کرتے ہیں حضور ﷺ اس کو جان بھی لیتے ہیں اور فریادرسی بھی فرماتے ہیں.....

فریاد امتی جو کرے حال زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خشوع و خضوع جیسی خفیہ چیز اور دل کی کیفیت جب نبی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تو پھر دنیا کی اور کوئی شے نبی کی نگاہ سے کب مخفی رہ سکتی ہے۔

### حدیث نمبر ۳

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى قَائِلًا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتَاكَ تَكَعَّكْتَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَنَاولْتُ مِنْهَا عُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهَا لَا كَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام، جلد اول ص ۳۰۳ اقدیمی کتب خانہ)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوا آپ نے نماز خسوف پڑھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنی جگہ پر رہ کے کوئی چیز پکڑی پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے بٹے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس میں سے خوشہ لینے لگا اگر میں لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے۔“

فوائد

اس حدیث مبارک سے مندرجہ ذیل چند فوائد معلوم ہوئے۔

۱۔ ”یا رسول اللہ“ کہنا بری بات یا شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کا طریقہ اور انکی سنت ہے اگر ”یا رسول اللہ“ کہنا شرک ہوتا تو صحابہ کبھی نہ کہتے اور نہ حضور ان کو کہنے کی اجازت دیتے۔

۲۔ چاند گرہن، سورج گرہن ہو تو اس وقت نماز کسوف اور نماز خسوف پڑھنی چاہیے۔ کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اور رب کے غضب سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔

۳۔ جب نبی مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر جنت کو دیکھ سکتے ہیں جو ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے تو مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہو کر حیدرآباد میں رہنے والے ہم غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ انکا غلام عالم کے جس کونہ میں بھی ہوزمین اور آسمانوں کے جس گوشہ میں بھی ہو اور وہاں سے آپ کو پکارے تو آپ اس کو دیکھتے بھی ہیں اور اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں۔

۴۔ مدینہ میں رہ کر جب آپ کا دست مبارک ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت کے باغوں تک پہنچ سکتا ہے تو کیا وہ ہاتھ ہم مشکل میں پھنسے ہوئے غلاموں کی مدد کو نہیں پہنچ سکتا حضور کا امتی جہاں سے بھی فریاد کرے گا یہ ہاتھ وہیں پہنچ کر اس کی فریاد رسی کرے گا اور اسی وقت اس کی مشکل آسان کر دے گا کیوں کہ یہ معمولی ہاتھ نہیں۔ وہ ہاتھ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ”اپنا ہاتھ“ فرمایا ہے جب یہ خدا کا ہاتھ ہو تو پھر اس کی طاقت سے کوئی شے کب باہر رہ سکتی ہے اسی کو علماء کی اصطلاح میں حاضر و ناظر کہتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کو حضور دیکھ بھی رہے ہیں اور اس پر تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔

### حدیث نمبر ۴

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَضَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِذْهَبْ فَأَتِنِي بِهِذَيْنِ فِجَنَّتَهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمْ أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، جلد اول ص ۶۷، قدیمی کتب خانہ)

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص نے مجھ پر کنگر پھینکا دیکھتا کیا ہوں وہ حضرت عمر ہیں انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جاؤ اور ان دونوں اشخاص کو میرے پاس بلا لاؤ میں ان کو بلا لایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تم کون ہو.....؟ یا یوں فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم آنحضرت ﷺ کی مسجد میں پکارتے ہو اور آواز بلند کرتے ہو۔“

فوائد

اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے.....

۱۔ وہ چیز جس کو نبی سے نسبت ہو جائے صحابہ کرام اس کا بھی ادب کرتے تھے مسجد نبوی کو حضور سے نسبت تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا اتنا ادب کیا کہ ایک صحابی کو بلانے کے لئے کنگر مار کے ان کو بلایا آواز دے کر نہیں بلایا کہ کہیں بلند آواز نہ ہو جائے اور مسجد میں رسول کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر شے کا ادب کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔

۲۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محبوب کی بارگاہ کا ادب سکھلایا ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (حجرات: 2) کہ اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو..... یہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضور ﷺ کا ادب سکھلانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اس حدیث میں ان دونوں اشخاص نے آواز اس وقت بلند کی جب حضور اس عالم سے پردہ فرما چکے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو تنبیہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور اب بھی زندہ ہیں جس طرح آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کے سامنے آواز بلند کرنا ناجائز تھا اسی



طرح اب بھی آپ کے پردہ فرما جانے کے بعد آواز بلند کرنا ناجائز ہے اور آپ کی بے ادبی ہے۔ کیوں کہ آپ سن رہے ہیں۔

۳۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کی حیات میں آپ کا ادب و احترام ضروری تھا اسی طرح پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کا احترام ضروری ہے۔

(فیض الباری جلد دوم، ص ۶۴)

۴۔ جب نبی کی مسجد کی معمولی سی بے ادبی کرنے والا لائق تعزیر ہے تو جو خود نبی کی توہین اور بے ادبی کرے گا وہ کیوں نہ لائق تعزیر ہوگا۔ علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ کی ادنیٰ سی بے ادبی کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے وہ مرتد ہے اس کی توبہ بھی قبول نہیں اس کی سزا قتل ہے۔

### حدیث نمبر ۵

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى جِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامَ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامَ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب التشہد فی الآخرة، جلد اول، ص ۱۱۵، قدیمی کتب خانہ)

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم (پہلے) جب آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو (تشہد میں) یوں کہتے تھے جبرئیل پر سلام، میکائیل پر سلام، فلانے پر سلام، فلانے پر سلام پھر حضور

نے ہمازی طرف منہ کیا اور فرمایا (تم اللہ کو کیا سلام کرتے ہو) اللہ کا تو نام ہی خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یوں کہے۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا بندہ ہے اس کو پہنچ جائے گا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

فوائد

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوئے.....

۱۔ تشہد میں آدمی ”التحیات“ بڑی خاموشی سے پڑھتا ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی مشکل سے سن پاتا ہے لیکن یہاں مقتدی خاموشی سے پڑھ رہے ہیں اور حضور امامت کے مصلے پر ان کی آوازوں کو سن رہے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کانوں کو وہ قوت سماعت عطا فرمائی ہے جو دور و نزدیک، قریب و بعید، بلکی اور تیز ہر آواز کو سن لیتے ہیں لہذا حیدرآباد سے جو غلام ”یا رسول اللہ“ کہہ کر آپ کو پکارے گا آپ روضہ اقدس میں جلوہ فرما ہو کر ہماری اس آواز کو بھی ضرور سن لیں گے۔ کیوں نہ ہو جب قرآن کے ارشاد کے مطابق کئی میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی تھی تو پھر جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی نبی ہو ان کا بھی آقا اور امام ہو یعنی امام الانبیاء سرور دو جہاں ﷺ وہ ہماری اور اپنے ہر امتی کی آواز کو کیوں نہیں سن سکتے۔

۲۔ ”السلام علیک ایہا النبی“ اور ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ کے ایک معنی ہیں اور اس حدیث میں خود حضور ﷺ اپنے امتیوں کو نماز کے اندر اس کے پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ کے الفاظ سے حضور پر درود بھیجنا اور ”یا رسول اللہ“ کہہ کر حضور ﷺ کو پکارنا نہ شرک ہے اور نہ بدعت ہے بلکہ حضور

ﷺ کے فرمان پر عمل ہے۔

۳۔ حضور ﷺ کے امتی سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ نمازیں پڑھی جا رہی ہیں اور نمازوں میں حضور ﷺ کو ”السلام علیک ایہا النبی“ کہہ کے پکارا جا رہا ہے معلوم ہوا کہ دور و نزدیک، حاضر و غائب کا بھی کوئی فرق نہیں ہر شخص خواہ حضور کے روضہ پر ہو یا روضہ انور سے دور ہو ہر جگہ سے ”یا رسول اللہ“ کہہ کر حضور کو پکار سکتا ہے اگر ”یا رسول اللہ“ کہنا شرک ہوتا تو خود حضور اپنے تمام امتیوں کو نماز جیسی اہم عبادت میں ”لیہا النبی“ کہہ کر نبی کو پکارنے کا کبھی حکم نہیں دیتے۔

۴۔ ”السلام علیک ایہا النبی“ کے معنی ہیں ”اے نبی آپ پر سلام ہو“ ان الفاظ کے ساتھ سلام اسی کو کہا جاسکتا ہے جو سامنے حاضر ہو کسی غائب آدمی کو ان الفاظ میں کبھی اس طرح سلام نہیں کہا جاسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا جو امتی جہاں سے بھی حضور پر ان الفاظ میں سلام بھیجتا ہے تو حضور اس کے پاس ہوتے ہیں روضہ انور میں جلوہ فرما ہوتے ہوئے اس سے قریب ہوتے ہیں یہی مفہوم ہے حاضر و ناظر کا۔

### حدیث نمبر ۶

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَّتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب السجود وفضلہ)

”حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس رات کو خدمت اقدس میں حاضر رہتا تھا ایک رات میں حضور کے لئے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے کے حاضر ہوا تو حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے جنت میں



آپ کی سنگت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہیے  
میں نے عرض کی میری مراد تو بس یہی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اپنی جان پر  
سجدوں کی زیادتی سے میری مدد کر۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد معلوم ہوئے.....

۱۔ حضور نے مطلقاً فرمایا کہ ”سل“ یعنی مانگ، یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز مانگ کوئی قید  
نہیں لگائی اس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات حضور ﷺ کے قبضہ و اختیار میں ہے  
سارے عالم میں سے جس کو جو چاہیں عطاء فرما سکتے ہیں، مانگنے والا اس در سے جو مانگے گا  
اس کو وہی ملے گا۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

۲۔ حضرت ربیعہ نے بھی دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی بلکہ دوسرے جہاں کی ایک چیز جنت  
مانگی اور صرف جنت بھی نہیں بلکہ جنت کا اعلیٰ مرتبہ مانگا اس کے جواب میں حضور نے یہ نہیں  
فرمایا کہ یہ نہیں دے سکتا بلکہ حضور نے فرمایا کہ کچھ اور مانگنا چاہتا ہے وہ بھی مانگ لے اس  
سے معلوم ہوا کہ حضور کی حکومت اور بادشاہت صرف اس جہاں پر ہی نہیں بلکہ اس جہاں پر  
بھی ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں اپنے محبوب کے ملک کر دیئے ہیں اس میں سے جس کو  
چاہیں جو چاہیں عطاء فرمادیں۔

جو چاہے ان سے مانگ کہ دونوں جہاں کی خیر

زر نا خریدہ ایک کنیر ان کے گھر کی ہے

۳۔ حضرت ربیعہ نے یہ عرض کیا کہ میں آپ سے مانگتا ہوں اس پر حضور ﷺ نے یہ  
نہیں فرمایا کہ یہ کیا شرک کی بات کر رہے ہو اللہ سے مانگو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے  
مانگنا شرک ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبیوں اور ولیوں کو اللہ کی دی ہوئی طاقت اور قدرت

سے دینے والا سمجھ کر ان سے مانگنا شرک نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے اس پر حضور کی مہر تصدیق بھی مثبت ہے۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں  
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

### حدیث نمبر ۷

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ  
وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ  
اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا الخ جلد اول ص ۱۶، قدیمی کتب خانہ)

”حضرت حمید بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے خطبہ میں سنا وہ کہتے  
تھے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ کو جس کی بھلائی  
منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور  
اللہ دیتا ہے اور یہ جماعت (اسلام) ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی دشمنوں  
سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت۔“

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں.....

۱۔ اس حدیث پاک کے اندر ”واللہ یعطی“ (اللہ دیتا ہے) میں کوئی قید ہے اور نہ ہی  
”انا قاسم“ (میں تقسیم کرتا ہوں) میں کوئی قید ہے دونوں مطلق ہیں اس سے معلوم ہوا کہ  
جو چیز بھی خدا دیتا ہے وہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتناء کے ہاتھوں سے دلواتا ہے خواہ وہ علم ہو،  
دولت ہو، مال و اولاد ہو، عزت و شوکت ہو، کامیابی و کامرانی ہو، سلطنت و بادشاہت ہو،  
ولایت و معرفت ہو، نبوت و رسالت ہو، الغرض جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ جس کو عطا فرماتا ہے

وہ حضور کے ذریعہ عطاء فرماتا ہے۔

۲۔ اس حدیث مبارک میں زمانہ کی بھی کوئی قید نہیں لہذا ثابت ہوا کہ پہلے بھی جس کو خدا نے جو کچھ دیا وہ حضور کے ذریعہ دلوایا آج بھی جس کو جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور کے ہاتھوں سے مل رہا ہے اور کل بھی قیامت تک جس کو جو کچھ ملے گا وہ حضور ہی کے ذریعہ انہی کے واسطے سے ملے گا۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطاء کرے

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۳۔ ظاہر ہے بانٹنے والا اس وقت بانٹے گا جب مالک نے اس کو وہ چیز دے دی ہو جب سب کچھ حضور بانٹتے ہیں اور تقسیم فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مصطفیٰ کو عطا فرمادی ہے ساری کائنات ان کی ملکیت میں دیکر ان کو اس پر قبضہ و اختیار دے دیا گیا ہے کہ اللہ کی عطاء سے جس کو چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

۴۔ جب نبی کے ہاتھوں میں خدا کی ہر نعمت مل رہی ہے تو ظاہر ہے پھر مانگا بھی انہی سے جائے گا لہذا معلوم ہوا کہ دین و دنیا کی کسی نعمت کا بھی حضور سے مانگنا اور اس کا حضور سے سوال کرنا اور یہ کہنا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ عطاء کر دیجئے، وہ عطاء کر دیجئے ایسا کہنا نہ حرام ہے نہ شرک ہے نہ بدعت۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے لیکن اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ایسے نافع اور نفع رساں ہیں کہ ساری کائنات کو ہر نعمت انہیں سے ملتی ہے۔

### حدیث نمبر ۸

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ  
الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَنِي صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ  
قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِي إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيَّ الْأَرْضِ



## أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(سنن ابن ماجہ، طبرانی، ترغیب، جلاء الافہام ابن قیم جوزیہ ص ۷۴)

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو بندہ مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

فوائد

یہ حدیث مبارک جس کو مندرجہ بالا تمام محدثین نے صحیح اور اس کی سند کو جید کہا ہے اس سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ روح تو ہر انسان کی زندہ اور باقی رہتی ہے۔ لہذا اگر انبیاء کی حیات سے گرا یہ مراد لی جائے کہ ان کی روح زندہ اور باقی ہے تو اس میں ان کی کیا تخصیص اور کمال۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کی حیات کی تخصیص اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں (جلد دوم ص ۴۴۴) فرمایا اور صحابہ کے سوال پر آپ کا فرمانا کہ انبیاء کے جسم صحیح سالم باقی رہتے ہیں اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو وفات کے بعد اللہ تعالیٰ دوسری زندگی عطاء فرماتا ہے جو پہلی زندگی کی طرح حسی اور جسمانی ہوتی ہے۔

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے  
لیکن ایسی کہ فقط آتی ہے

پھر اس آن کے بعد ان کی حیات  
مثل سابق وہ جسمانی ہے  
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف  
اس کے اجسام کی کب ثانی ہے

۲۔ واضح طور پر اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے لئے قرب و بعد سب یکساں ہے  
حضور کا کوئی امتی خواہ روضہ شریف کے قریب ہو یا دور عالم کے کسی کونے سے بھی حضور  
ﷺ کو پکارے گا تو حضور خود اس کی آواز کوسن کر اس کی فریادری فرمائیں گے.....

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

۳۔ یوں تو درود شریف ہر وقت پڑھنا باعث ثواب اور ترقی درجات کا موجب ہے مگر  
خصوصیت کے ساتھ ”افضل الایام“ یعنی جمعہ میں ”افضل الانام“ ﷺ پر درود شریف  
پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے جامع صغیر میں ایک روایت آئی ہے کہ جمعہ کے دن درود  
پڑھنے والے کو حضور کا خاص قرب ملے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۵۴) اسی میں ایک  
روایت یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن مین گواہ اور شفیع ہوں گا۔ لہذا جمعہ  
کے دن اور اس کی رات کو درود شریف کی کثرت کر کے حضور ﷺ کا خاص قرب حاصل  
کرنا چاہیے۔

۴۔ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ وصال کے بعد اپنے روضہ انور میں بھی اسی  
طرح سنتے ہیں جس طرح اپنی ظاہری حیات میں سنا کرتے تھے لہذا ”یا رسول اللہ“ کہہ کے  
حضور سے فریاد کرنے والے کی فریاد بے کار نہیں جا رہی بلکہ اس کے آقا اس کی فریاد کو سنتے  
بھی ہیں اور مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں۔ اور اس پر آپ کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ”الا بلغنی  
صوتہ“ کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔

## حدیث نمبر ۹

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ  
 إِنَّهُمَا لِيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَرُ  
 مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً  
 فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا لِمَ صَنَعْتَ هَذَا  
 فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا

(صحیح بخاری، جلد اول ص ۳۵، قدیمی کتب خانہ)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم  
 ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا  
 کہ کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب  
 (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے  
 کھجور کی ایک سبز ٹہنی لی اس کو بیچ میں سے چیر کر اس کے دو حصے کر دیئے اور ہر  
 قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے  
 ایسا کیوں کیا آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سرسبز رہیں گی ان  
 کا عذاب ہلکا رہے گا۔“

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

۱۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا وسیع علم عطا فرمایا تھا، منوں مٹی تلے قبر کے اندر  
 کیا ہو رہا ہے۔ حضور کونہ صرف اس کا علم ہو گیا بلکہ عذاب کیوں ہو رہا ہے اور اس شخص نے  
 اپنی ظاہری زندگی میں کیا کیا گناہ کئے تھے حضور کو اس کا بھی علم تھا ثابت ہوا کہ ماضی ہو، حال  
 ہو یا مستقبل، زمین کے اوپر ہو یا زمین کے نیچے آسمان کے اوپر ہو یا آسمان کے نیچے کوئی  
 شے، کوئی واقعہ قیامت تک آنے والا مصطفیٰ ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں۔

ہر چیز حضور کی نگاہوں کے سامنے ہے اور ہر چیز کا حضور کو علم حاصل ہے۔

۲۔ جب آپ ﷺ زمین کے اوپر تشریف فرما ہو کے زمین کے اندر کیا ہو رہا ہے اس کو دیکھ رہے تھے تو آج روضہ شریف میں جلوہ فرما ہو کے ہم زمین پر چلنے والے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے یقیناً حضور کی اپنے امتیوں پر نگاہ ہے حضور نہ صرف ان کو دیکھ رہے ہیں بلکہ انکی فریاد کو سن بھی رہے ہیں اور فریاد رسی بھی فرماتے ہیں اس حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایک عالم میں رہ کر دوسرے عالم سے حضور کا رابطہ منقطع نہیں ہوتا وہ اس عالم میں رہ کر جب عالم برزخ کے حالات کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان مردوں کی مدد بھی فرما رہے ہیں تو جب آپ خود اس عالم برزخ میں جائیں گے تو اس وقت ہمارے حالات سے باخبر بھی ہوں گے اور ہماری مدد بھی فرمائیں گے۔ جب یہاں رہ کر قبر والوں کی مدد کر سکتے ہیں تو قبر میں جا کر ہماری مدد کیوں نہیں کریں گے۔

۳۔ حضور کے آنکھ ناک ہاتھ پیر الغرض جسم اطہر کے کوئی عضو حتی کے ایک بال کی بھی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال نہیں۔ آپ کی ہر چیز بے مثال ہے ہماری آنکھوں کے سامنے کوئی پردہ حجاب یا کوئی رکاوٹ آجائے تو پردہ کے پیچھے ہماری آنکھوں کو نظر نہیں آتا جبکہ حضور ﷺ کی نگاہ کے لئے ان حجابات کی کوئی حیثیت نہیں تھی آپ جس طرح زمین کی اوپر کی اشیاء کو دیکھ لیتے تھے اسی طرح زمین کی اندر کی اشیاء کو بھی بغیر کسی خوردبین وغیرہ کے دیکھ لیا کرتے تھے جیسے آپ نے یہاں اس حدیث میں قبر کے اندر ان دونوں اشخاص کے عذاب کو دیکھ لیا لہذا اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں ہماری تو کیا حقیقت ہے حضور سرور دو جہاں ﷺ کی تو بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر اور خدا کی نورانی مخلوق حتی کے جبرائیل امین جیسا فرشتہ بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ معراج کی رات جبرائیل بھی یہ کہہ کے پیچھے رہ گئے کہ لَوْ دَنُوْتُ اَنْمَلَّةً لَا اَخْتَرُقْتُ کہ اگر میں ایک پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو حمل جاؤں گا۔ لیکن میرا نبی اسی مقام ارفع و اعلیٰ پر خراماں خراماں مسکراتا ہوا تشریف لے گیا معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی مصطفیٰ کی برابری



نہیں کر سکتا۔

۴۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضور نے فرمایا کہ یہ ٹہنیاں جب تک تروتازہ رہیں گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ تروتازہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں گی جس سے مردے کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر جو تلاوت کی جائے یا تسبیح، چالیسواں، سوئم، عرس وغیرہ میں جو قرآن پاک اور کلمہ و درود وغیرہ پڑھا جاتا ہے اس سے بدرجہ اولیٰ مردہ کو ثواب پہنچے گا اور اس کا عذاب ہلکا ہوگا اور اگر وہ اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس پڑھنے سے اس کے درجے بلند ہو جائیں گے۔

۵۔ اشعة اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جب سبز ٹہنی کی تسبیح سے مردہ کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے تو یقیناً تروتازہ پھولوں کی تسبیح سے بھی مردہ کا عذاب ضرور ہلکا ہوگا اور اس کے درجات بلند ہوں گے لہذا اس حدیث سے قبروں پر پھولوں کا ڈالنا بھی ثابت ہو گیا بلکہ مرقاۃ میں ملا علی قاری نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پھولوں کا قبروں پر ڈالنا سنت ہے۔

۶۔ بعض گناہوں کو معمولی سمجھ کر اس کو اختیار نہیں کر لینا چاہیے وہ آخرت میں بڑے عذاب کا باعث بن سکتے ہیں دیکھو چغل خوری اور پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا کتنی معمولی سی بات ہے کہ آدمی اگر کوشش کرے تو اس سے بچ سکتا ہے لیکن ان دونوں اشخاص نے ان چیزوں کا خیال نہیں کیا تو یہی آخرت میں عذاب الہی کا اور غضب خداوندی کا باعث بن گئیں اسی طرح دیگر گناہوں کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہر گناہ کو اہم سمجھ کر اس سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

### حدیث نمبر ۱۰

قَالَتْ اِنِّي رَأَيْتُ اَنَّهُ خَرَجَ مِنِّي نُورٌ اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُورُ الشَّامِ

(مسند احمد، دارمی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، خصائص کبریٰ ج ۱، ص ۶۴)

”حضرت عتبہ بن عبدرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کی والدہ ماجدہ

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (حضور کی ولادت کے وقت) میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا جس کی وجہ سے شام کے محلات (مجھ پر) روشن ہو گئے۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

۱۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور نور ہیں آپ کی حقیقت نورانی ہے اور دیگر معتبر احادیث کی رو سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو اس وقت پیدا فرمایا جب عالم میں کوئی شے موجود نہیں تھی سب سے پہلے اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو وہ ہمارے آقا کے نور کو پیدا فرمایا اور بارہ ربیع الاول کو وہ نور انسانی لباس اور بشری پیکر میں اس عالم رنگ و بو کے اندر جلوہ گر ہو گیا۔

۲۔ دنیا میں انسان کتنی پادریں کے ہنڈے چلا لے لیکن اس تیز روشنی کے باوجود دیوار کے پیچھے کی چیز نظر نہیں آ سکتی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نور میں یہ خاصیت رکھ دی تھی کہ اس نور کے باعث کوسوں میل کے فاصلہ پر شام کے محلات حضرت بی بی آمنہ پر روشن ہو گئے اور ان کو نظر آنے لگے۔ توجہ اس نور کے صدقہ میں دوسروں کی نگاہوں سے غیب کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور درواز کی غائب اور نگاہوں سے اوجھل چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو پھر خود اس نور والی ذات پر بھلا کوئی غیب کب مخفی اور پوشیدہ رہ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ

إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَ إِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى  
يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذَا (زرقاتی)

”کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔“

۳۔ اس حدیث میں حضرت بی بی آمنہ نے اور کئی صحابیوں نے حضور ﷺ کی ولادت کے

اس واقعہ کو ذکر کیا اس ہی کو ”میلا دمنانا“ کہتے ہیں تو گویا انہوں نے نبی کا میلا دمنایا اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا میلا دمنانا شرک یا بدعت نہیں بلکہ حضور ﷺ کی والدہ اور صحابہ کی سنت ہے اور چونکہ اس ہی واقعہ کو خصائص کبریٰ میں خود حضور ﷺ کی زبانی بھی حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ ذکر ولادت اور میلا دشریف کا منانا خود حضور کی سنت بھی ہو جائے گی۔

۴۔ رب نے اپنے محبوب کی آمد پر حضور ﷺ کی ولادت اور میلا د کی خوشی میں اپنے شایان شان اس طرح چراغاں فرمایا کہ ایک نور ظاہر فرمایا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کی ولادت پر چراغاں کرنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ خود رب کائنات کی سنت ہے۔

### حدیث نمبر ۱۱

عَنْ عُقْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَيَّ أَهْلِي أَحَدٍ صَلَوَتَهُ عَلَيَّ الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَ لَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب احد تکسبنا، جلد دوم ص ۵۸۵، قدیمی کتب خانہ)

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن مدینہ سے باہر نکلے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے (یعنی دعا کی) پھر ممبر پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں تمہارا پیش خیمہ ہوں میں تمہارا گواہ بھی ہوں اور میں تو اس وقت بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے

دی گئی ہیں یا یوں فرمایا کہ زمین کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم مجھے تم سے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے مجھ کو تو یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔“

فوائد

اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

۱۔ گواہ وہ ہوتا ہے جو کسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے حضور قیامت تک آنے والی اپنی تمام امت کے گواہ ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اپنے روضہ شریف میں تشریف فرما ہو کے اپنی تمام امت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں کوئی چیز حضور ﷺ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں، جبھی تو وہ قیامت کے دن ہماری گواہی دیں گے۔

۲۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کا پتہ چل گیا کہ جب میرے آقا مدینہ میں بیٹھ کر ساتوں آسمانوں سے اوپر کے حوض کو دیکھ سکتے ہیں تو روضہ شریف میں تشریف فرما ہوتے ہوئے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے.....؟ الغرض عرش و فرش ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کی کوئی شے آپ کی نگاہوں سے اوچھل نہیں۔

۳۔ کنجیاں مالک ہی کو دی جاتی ہیں جب حضور ﷺ کو تمام زمین اور اس کے خزانوں کی کنجیاں رب نے عطا فرمادیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اب زمین اور اس کی ہر شے کے اللہ کی عطاء سے حضور مالک ہیں.....

ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے

مالک کل کہلاتے یہ ہیں

انا اعطیناک الکوثر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

۴۔ زمین اور اس کے خزانوں میں تمام انسان حیوانات، نباتات، جمادات تمام علوم و



معارف ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی تمام نعمتیں اور دولتیں آگئیں۔ پتہ یہ چلا کہ ان سب کے حضور مالک ہیں ہمارے جان و دل کے مالک بھی حضور ہیں۔ ہر علم و حکمت کے بھی حضور ہی مالک ہیں اب جس کو جو کچھ ملے گا وہ در مصطفیٰ ﷺ سے ملے گا۔

۵۔ ظاہر ہے جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو وہ چیز اس ہی سے مانگی جاتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام زمین اور اس کے خزانوں کی کنجیاں اپنے محبوب کو دے کے سب چیزوں کا مالک اپنے محبوب کو بنا دیا تو اب جو کچھ مانگا جائے گا وہ حضور کے ہی در سے مانگا جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے حضور کے ہی در پر بھیجا اور قرآن میں حکم دیا کہ حضور کے در پر حاضر ہو کر حضور کی سفارش لے کر آؤ پھر مجھ سے بخشش طلب کرو تو میں تمہیں معاف کروں گا اور حضور سے رب نے فرما دیا کہ **وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرُوهُ** کہ کسی سائل کو چھڑکیں نہیں معلوم ہوا کہ حضور سے مانگنا نہ شرک ہے اور نہ حرام بلکہ اس ہی میں رب کی رضا اور رب کی عطا، مضمر ہے۔

۶۔ آج چھوٹی چھوٹی باتوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا دیئے جاتے ہیں کسی نے تیجہ کر لیا تو مشرک چالیسواں کر لیا تو مشرک، عرس کر لیا تو مشرک، مزارات اولیاء پر چلا گیا تو مشرک، حضور کا وسیلہ پکڑ لیا تو مشرک حالانکہ یہ سب غلط ہے ان میں سے کوئی مشرک نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے صاف فرما دیا کہ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کہیں نہیں ہوگا اور یہ کام شرک نہیں اگر کوئی کہتا ہے تو حضور ﷺ کے خلاف بات کہنے پر اس کا قول معتبر نہیں۔

۷۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ اس سے حضور ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ آج واقعی مسلمان دنیا میں پھنس کر اپنے دین سے غافل ہوتا چلا جا رہا ہے حضور ﷺ کی نگاہ سینکڑوں سال پہلے ان حالات کو دیکھ رہی تھی اور جو حضور نے فرمایا وہ سچ نکلا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیا میں اتنا منہمک نہ ہوں کہ دین سے غافل ہو جائیں دنیا میں

پھنسا اس ہی کو کہتے ہیں ہاں اگر دین کے احکامات اور حقوق اسلامی کو اداء کرتے ہوئے آدمی دنیا کماتا ہے تو وہ اسلام میں معیوب نہیں بلکہ سنت رسول ہے اور عبادت الہی میں داخل ہے۔

### حدیث نمبر ۱۲

فَصَعِدَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوتِ وَتَفَرَّقَ الْغُلَمَانُ وَالنَّحْدَمُ فِي الطَّرِيقِ يَنَادُونَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
(صحیح مسلم، جلد دوم ص ۴۱۹، باب فی حدیث الحجرتہ)

”حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں داخل ہوئے تو مرد اور عورتیں گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کو چوں میں بکھر گئے اور یہ نعرے لگاتے تھے یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ“۔

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے.....

۱۔ ہم اہل سنت والجماعت جو نعرہ رسالت کے جواب میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ صحابہ کی سنت ہے اگر کوئی اس نعرہ کو حرام شرک کہتا ہے تو گویا وہ بالفاظ دیگر معاذ اللہ صحابہ کو مشرک کہہ رہا ہے کیونکہ یہ نعرہ تو صحابہ نے لگایا ہے۔ اس کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

۲۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی نبی یا ولی کو ”یا“ کہہ کے پکارنا شرک نہیں کیوں کہ یہاں صحابہ نے حضور کو ”یا محمد یا رسول اللہ“ کہہ کے پکارا لیکن حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ”یا“ کہہ کے کسی کو پکارنا شرک نہیں۔

۳۔ ”وتفرق الغلمان و النخدم“ یعنی بچے اور غلام گلیوں میں پھیل گئے اور نعرے لگانے لگے اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ حضور ﷺ کے سامنے تھے اور کچھ لوگ حضور ﷺ سے غائب تھے کچھ حضور ﷺ کے قریب تھے تو کچھ دور تھے لیکن سب یا رسول اللہ

کانعرہ لگا رہے تھے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی نبی سے قریب ہو یا دور خواہ کوئی روضہ شریف پر حاضر ہو یا اپنے ملک اور شہر میں بیٹھا ہوا ہو حضور کو یا کہہ کے پکارے اور یا رسول اللہ کانعرہ لگائے تو یہ شرک نہیں اور شریعت میں منع نہیں۔

۴۔ حضور ﷺ کی مدینہ آمد کی خوشی میں صحابہ سڑکوں پر تھے، اس سے ثابت ہوا کہ اس عالم میں حضور ﷺ کی آمد اور ولادت کی خوشی میں سڑکوں پر آنا جلوس نکالنا صحابہ کی سنت ہے شرک و بدعت نہیں بلکہ یہ تو فرشتوں کی سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ کی ولادت پر فرشتوں کی بی بی آمنہ کے مکان سے لے کر آسمان تک لائن لگی ہوئی تھی اور وہ حضور کے میلاد کی خوشی میں جلوس کی شکل میں درود و سلام کے ہدیے پیش کر رہے تھے۔

### حدیث نمبر ۱۳

عَنْ عُمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَدْعُ اللَّهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي قَالَ إِنْ شِئْتَ أَخْرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ فَقَالَ أَدْعُهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوئَهُ وَيُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ وَيَدْعُوَ بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى لِي اللَّهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ

(سنن ابن ماجہ ص ۹۹، نور محمد ص ۱۷۸، جامع ترمذی جلد دوم ص ۱۹۷، فاروقی کتب خانہ مجمع الزوائد جلد دوم ص ۲۸۲، مستدرک امام حاکم جلد اول ص ۳۱۳، علم الیوم واللیلہ لابن سنی ص ۲۹۶، مسند احمد جلد چہارم ص ۱۳۸، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد سوم ص ۲۷۶)

”حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کے لئے دعا کی درخواست کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیری آخرت کی بھلائی (جنت) چاہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیری

بینائی کے لئے دعا کروں عرض کیا کہ آپ میری بینائی کے لئے دعا فرمائیں  
آپ نے اس سے فرمایا بہترین وضو کر کے دو رکعت ادا کرو پھر یہ دعا کرواے  
اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں رحمت والے نبی محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے  
رب کی بارگاہ میں دعا مانگی ہے تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ  
اپنے محبوب کی شفاعت اور سفارش میرے حق میں قبول فرما۔“

فوائد

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اس سے چند فوائد  
درج ذیل ہیں.....

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابی کو سکھایا کہ مجھے ”یا محمد“ کہہ کر پکارو اور اس صحابی  
نے حضور کی محفل سے دور ہٹ کر جہاں نماز پڑھی وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے  
طریقہ کے مطابق یا محمد کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ اس سے پتہ چلا کہ دور سے یا قریب سے  
حضور کو یا کسی ولی کو ”یا“ سے پکارنا شرک اور بدعت نہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو حضور اس کو یہ  
طریقہ ہرگز نہیں بتاتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شرک پھیلانے کے لئے نہیں آئے بلکہ  
شرک مٹانے کے لئے آئے ہیں لہذا اہل سنت والجماعت جو یا رسول اللہ کہتے ہیں اور لکھتے  
ہیں وہ عین منشاء رسول خدا ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس صحابی کو طریقہ بتایا کہ میرا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو اس  
سے معلوم ہوا کہ حضور کے وسیلے سے دعا کرنا اور آپ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا  
شرک نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرب الہی کا موجب اور دینی دنیوی  
آفات سے نجات اور مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے دیکھو جیسے ہی اس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کا وسیلہ پیش کیا اس کی بینائی واپس آگئی۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا بھی جائز اور سنت ہے۔



## حدیث نمبر ۱۴

قَالَ عُرْوَةُ ثُوْبِيَّةٌ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أَرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ  
بِشَرِّ حَبِيْبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ خَيْرًا  
إِنِّي سَقِيتُ فِي هَذِهِ بَعْتَاقَتِي ثُوْبِيَّةَ

(صحیح بخاری، کتاب النکاح باب و امہاتکم اللاتی ارضعنکم، نور محمد اصح المطابع، جلد دوم ص ۷۶۴)

”حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی ہے  
ابولہب نے اس کو آزاد کیا تھا تو اس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا پس  
جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے گھر والوں نے خواب کے اندر برے حال  
میں دیکھا پوچھا کہ کیا گزری ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نہیں  
پہنچی ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو  
آزاد کیا تھا۔“

فوائد

اس حدیث سے میلاد شریف کے منانے کی عظمت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے امام  
جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں اس حدیث کو نقل  
کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابولہب اتنا بدترین کافر ہے کہ اس کی مذمت میں پوری سورۃ  
تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ نازل ہوئی تھی۔ لیکن جب ثویبہ لونڈی نے اس کو حضور کی ولادت  
کی خبر دی تو اس نے خوشی میں اس لونڈی کو اپنی انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تو اس کے  
بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں اس کے عذاب کو ہلاک کر دیا اور میلاد کی خوشی منانے کے  
صدقے میں اس ہی انگلی سے اس کو سیراب فرمایا تو پھر جو حضور ﷺ کا غلام بنی کا امتی ایک  
موحد جب اپنے آقا کی ولادت کی خوشی منائے گا وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کا مستحق  
ہوگا حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس خوشی منانے کی یہ جزاء عطاء فرمائے گا کہ اس کو

اپنے فضل سے جنت میں داخل کر دے گا۔ (حسن المقصد فی عمل المولد ص ۶۶)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور ﷺ کی آمد سے قبل حضور کی ولادت کا ذکر کر کے حضور ﷺ کا میلاد منایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو قرآن کی آیت موجود ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِنَّ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ حضور ﷺ کی ولادت کے بعد تمام صحابہ نے بڑے بڑے اولیاء، علماء اور صلحاء نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور کی ولادت کے ذکر کی محفلیں سجائیں اور میلاد پر خوشیاں منائیں۔ حتیٰ کے خود رب کائنات نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی منائی وہ اس طرح کہ حضور جس زمانہ میں پیدا ہوئے سارا سال زمین کو قحط اور خشک سالی سے نجات عطاء کر کے سرسبز و شاداب کر دیا بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی سے معمور کر دیا حتیٰ کے وہ سال عرب کے اندر "سنة الفتح و الابتهاج" یعنی فتح و نصرت اور خوشحالی کا سال کہلانے لگا۔ (خصائص کبریٰ ص ۴) ہم حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں لڈو اور شیرنیاں کھانے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی میں لڈو کے تقسیم فرمائے اور دنیا بھر کی عورتوں نے اس سال کوئی لڈو نہیں جنی صرف لڈو کے ہی لڈو کے جنے۔ (انوار محمدیہ لیبہانی ص ۲۲)

ہم اس خوشی میں گلیوں اور بازاروں اور گھروں میں چراغاں کرتے ہیں رب نے اس خوشی میں ایسا چراغاں فرمایا کہ مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے چنانچہ حضرت بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ حضور کی پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا جس سے شرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص ۱۰۲)

میلاد کی خوشی میں ہم جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں یہ بھی رب کی سنت ہے حضرت بی بی آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے ہیں ایک مشرق میں گاڑا گیا دوسرا مغرب میں اور تیسرا پرچم خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا دیا گیا (انوار محمدیہ لیبہانی ص ۳۳، سیرۃ الخلیفہ ص ۱۰۹) خود حضور سرور کائنات نے بھی اپنا میلاد پاک منایا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

فِيهِ وُلِدْتُ وَ فِيهِ اُنزِلَ عَلَيَّ (مسلم، مسند احمد، ابوداؤد)

کہ اس میں میں پیدا ہوا ہوں اور اس ہی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ فرمایا۔ (سنن کبریٰ، بیہقی جلد نہم ص ۳۰۰) اس پر علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا عقیقہ آپ کے دادا نے آپ کی ولادت کے ساتویں سال کر دیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا یہ درحقیقت حضور ﷺ نے بکرے ذبح کروا کے جو فقراء کو کھانا کھلایا یہ سب کچھ اپنے میاں کے سلسلہ میں اظہار تشکر کے طور پر آپ نے ایسا فرمایا ہے لہذا حضور ﷺ کے میاں کی خوشی میں کھانا کھلانا یہ خود حضور ﷺ کی سنت بھی ہے۔

(حسن المقصد ص ۶۵، الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ص ۱۹۳)

یہ صحابہ کی سنت بھی ہے چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں لوگوں کے سامنے حضور کی ولادت کے واقعات بیان کر رہے تھے اور اس پر خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اور خدا کا شکر بجالا رہے تھے اور حضور پر درود و سلام پڑھ رہے تھے (جیسا کہ آج کل ہم میاں شریف کی محفل میں کرتے ہیں) اچانک حضور اس طرف تشریف لے آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا میری شفاعت تمہارے لئے حلال ہوگئی۔ (رسول الکلام، سید احمد محمد دیدار علی، بحوالہ تنویری، ملود البشر ص ۴۹)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے میاں پر خوشی منانے والا حضور کی شفاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔

بڑے بڑے محققین علماء اور اولیاء نے بھی میاں منایا چنانچہ محدث ابن جوزی کہتے ہیں مسلمان ان محافل میاں کے ذریعہ اجر عظیم اور بڑی روحانی کامیابی حاصل کرتے ہیں (المیلاذ النبوی ص ۵۸) امام نووی فرماتے ہیں کہ میاں کی خوشیاں منانے سے حضور کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۱۲) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میاں شریف کا مقصد اگر حضور ﷺ کی محبت اور تعظیم ہے تو پھر اس عمل پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا

ہے۔ (التضاء الصراط المستقیم ص ۲۹۴) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر سال میلاد شریف پر کھانے کا اہتمام کرتے تھے ایک سال کھانے کا انتظام نہ ہو سکا تو انہوں نے بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں ان ہی کو تقسیم کر دیارات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں (الدر الثمین ص ۴۰)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں کہ فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

بہر حال ثابت ہو گیا کہ میلاد شریف مناانا علماء و صوفیاء و صلحاء و صحابہ و انبیاء، سرور انبیاء بلکہ خود رب دوسرا کی سنت ہے اور گناہوں کی بخشش مغفرت اور دینی دنیوی مصائب و مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے۔

### حدیث نمبر ۱۵

قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدَسَنَلْتُهُ عَنْ ذَالِكَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ وَ قُلْتُ لَهُ يَا بِي أَنْتَ  
وَ أُمِّي أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا

(مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد، کتاب الایمان، الفصل الثالث، ص ۱۶)

”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں میں نے حضور ﷺ سے پوچھ لیا تھا تو (یہ خوشخبری سن کر) میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ ہی اس کے لائق ہیں۔“

فوائد

اس حدیث سے ایک بہت اہم چیز ثابت ہو گئی وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مسئلہ کے بارے میں پریشان تھے کہ حضور کا وصال ہو گیا اور میں اس اہم مسئلہ کو حضور

سے دریافت نہ کر سکا یہ سن کر جب حضرت ابو بکر نے ان سے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ حضور ﷺ سے دریافت کر لیا تھا تو یہ خوشخبری سن کر حضرت عثمان یکدم کھڑے ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ کسی خوشخبری پر کھڑے ہو جانا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ تو میلاد شریف کی محفلوں میں حضور سرور کائنات ﷺ کی آمد اور اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی جاتی ہے میلاد مصطفیٰ کے مژدہ جاں فزاء سے شاد کام کیا جاتا ہے تو اس عظیم خوشخبری کے موقعہ پر اگر مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لیں تو یہ کوئی شرک و بدعت نہیں بلکہ حدیث بالا کی روشنی میں صحابہ کی سنت ہے جب ایک مسئلہ کے معلوم ہونے کی خوشخبری پر صحابہ کھڑے ہو جاتے ہیں تو حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری تو دنیا کی سب سے بڑی خوشخبری ہے اس عظیم خوشخبری پر اگر مسلمان کھڑا ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لے تو کون سا حرام کام ہو گیا۔ بلکہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کے باعث وہ اللہ کی بارگاہ سے بے پناہ اجر و ثواب کا مستحق ٹھہر گیا۔

تعب ہے بعض لوگ اس کھڑے ہونے کو بھی ناجائز بتاتے ہیں حالانکہ صحابہ کے اس فعل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے علماء اور محققین نے حضور ﷺ کے ذکر پر قیام کیا ہے اگر یہ حرام ہوتا تو وہ کیوں کرتے چنانچہ امام تقی الدین سبکی اپنے وقت کے بہت بڑے امام گزرے ہیں ایک دفعہ ان کی محفل میں ایک نعت خواں نے حضور ﷺ کی تعریف اور ثناء میں دو شعر پڑھے جن کو سن کر امام تقی الدین سبکی اور آپ کے پاس بیٹھے ہوئے سینکڑوں علماء یک دم کھڑے ہو گئے اور ان کو دیکھ کر سب حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے۔

(تفسیر روح البیان پارہ ۲۶، زیر آیت محمد رسول اللہ)

اسی طرح حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں کہ میلاد کی محفل کے اندر قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں..... معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے ذکر کی تعظیم میں محبت کے اندر کھڑے ہو جانا یہ شرک نہیں بلکہ صحابہ اور اولیاء کا طریقہ ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو درود و سلام پر کھڑا ہونا یہ تو فرشتوں کا طریقہ اور ان کی سنت ہے کیونکہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ



فرماتا ہے کہ ”والصافات صفا“ کہ فرشتے صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری آیت میں فرمایا تمام فرشتے حضور پر درود بھیجتے ہیں معلوم ہوا کہ صف باندھے فرشتے بھی صف میں کھڑے ہوئے حضور پر درود و سلام بھیجتے ہیں لہذا کھڑے ہو کر سلام بھیجنا ملائکہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہوا۔

### حدیث نمبر ۱۶

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ وَزِمَ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۴، قدیمی کتب خانہ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳)

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا پھر اس طریقہ پر اس کے بعد عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر اس طریقہ پر عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی اجر طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اور جس شخص نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس برے طریقے پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ عمل کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی گناہ طریقہ ایجاد کرنے والے کو بھی ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔“

فوائد

اس حدیث مبارکہ سے بدعت کی حقیقت اور اس کی تفصیل معلوم ہوگئی۔ اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر نیا کام جسے عربی میں ”بدعت“ کہتے ہیں وہ ناجائز یا حرام نہیں ہوتا بلکہ

حدیث بالا کی روشنی میں بعض نئے کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں بلکہ کسی دینی اور نیک مقصد کے لئے نکالے گئے ہوں وہ نئے کام بدعت حسنہ کہلاتے ہیں اور موجب اجر و ثواب ہوتے ہیں دیکھو دینی کاموں کے لئے کار، ریل، ہوائی جہاز کا استعمال قرآن کریم میں اعراب، مساجد کے مینار، دینی مدارس کی موجودہ شکل، یعنی مخصوص نصاب اسباق اور پیریڈ کا تعین اور مختلف امتحانات اور ان کے مختلف طریقے، تصوف اور طریقت کے باریک مسائل اصول حدیث، اصول فقہ یہ سب وہ ”بدعات“ ہیں جو حضور اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود اس کے اچھے اور جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر ہر نئی چیز اور بدعت حرام ہوتی تو یہ سب چیزیں حرام ہونی چاہیں معلوم ہوا کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ وہ ہی بدعت اور نئی چیز حرام ہوتی ہے جو قرآن و سنت کے مخالف ہو۔ اور کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں حضور ﷺ نے ایسی ہی بدعت کو گمراہی اور ضلالہ فرمایا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ بخاری شریف میں آئی ہے۔ کہ  
حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ

ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلْوَةِ قَارِيهِمْ قَالَ  
عُمَرُ نِعِمَّتِ الْبَدْعَةُ هَذِهِ (صحیح بخاری ج ۱، ص ۲۶۹)

یعنی حضور ﷺ کے زمانہ میں صرف رمضان میں تین راتیں نماز تراویح جماعت سے پڑھائی گئی اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے گھر میں تراویح پڑھی حضرت ابوبکر کے دور میں بھی یہی صحابہ کا طریقہ رہا لیکن حضرت عمر کے دور میں حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں دوسری رات حضرت عمر کے ساتھ اس طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب کی امامت میں ایک ہی قرأت میں یکجا ہو کر نماز تراویح جماعت سے ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے

اگر ہر نیا کام اور بدعت حرام ہوتی تو تراویح بھی حرام ہوتی چاہیے لیکن حضرت عمر نے اس کو اچھی بدعت کہا معلوم ہوا کہ بری بدعت حرام اور ناجائز ہوتی ہے اور اچھی بدعت جائز ہوتی ہے۔ لہذا تیجہ، چالیسواں، گیارہویں، عرس، شینہ اذان سے پہلے درود وغیرہ اگر بالفرض بدعت بھی ہوں تو اچھی بدعت ہونے کی وجہ سے جائز اور مستحسن اور لائق ثواب ہیں۔

### حدیث نمبر ۱

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِ فِرْقَتِهِمْ ثُمَّ خَيْرَ الْقَبَائِلِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِ نَسَبٍ خَيْرَ الْبُيُوتِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَسَبًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا

(جامع ترمذی ج ۲، ص ۲۰۱، فاروقی کتب خانہ)

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے بہترین گروہ میں شامل فرمایا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ گھرانہ عطا فرمایا میں از روئے ذات اور گھرانہ کے سب سے افضل ہوں اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں از روئے نسب اور گھرانے کے سب سے افضل ہوں۔“

### فوائد

جب اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نسب اور خاندان سب سے افضل ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین بھی مسلمان تھے اور دین فطرت پر قائم و دائم تھے کیونکہ کافر افضل نہیں ہوتا جب کہ حضور ﷺ ان کو افضل فرما

رہے ہیں پتہ چلا کہ یہ بھی مسلمان تھے۔ لہذا جو لوگ معاذ اللہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کو کافر کہتے ہیں وہ سخت بے ادبی کرتے ہیں اور آپ کی اس حدیث کے خلاف بات کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ قول حضور ﷺ کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رجموں کی طرف منتقل فرمایا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کریمین بلکہ آپ کے آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب شرک کی نجاست سے پاک تھے سب مسلمان تھے کیونکہ قرآن و حدیث کے ارشاد کے مطابق ”انما المشركون نجس“ شرک ایک نجاست ہے اگر یہ مشرک ہوتے اور ان میں شرک کی نجاست ہوتی تو حضور ﷺ یہ کبھی نہ فرماتے کہ میں پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوا۔ جب کہ امام طبرانی نے ”المعجم الاوسط“ میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی نقل کی کہ حضور ﷺ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی والدہ کو زندہ فرمایا جنہوں نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا اور پھر عالم برزخ کو چلی گئیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے والد کے متعلق بھی ایسی ہی روایت آئی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ معاذ اللہ پہلے وہ کافر تھے پھر ان کو مسلمان کیا گیا بلکہ وہ مسلمان تو پہلے سے ہی تھے لیکن ان کو زندہ کر کے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا کر دراصل صحابیت کا اعلیٰ درجہ دلانا مقصود تھا جو حضور ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرما دیا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (ج ۲، ص ۴۴۲) میں فرماتے ہیں کہ کسی کے والدین کو کافر کہنا اس کو سخت ایذا پہنچانا ہے تو اگر تم نبی کے والدین کو کافر کہو گے تو نبی کو ایذا پہنچا رہے ہو اور قرآن و حدیث کے مطابق نبی کو ایذا پہنچانے والے پر خدا کی دنیا و آخرت میں لعنت ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو ایسا کہتا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی گستاخی اور ایسے گستاخانہ عقیدے سے بچائے۔

ایک حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے جس دسترخواں سے اپنا ہاتھ پونچھ لیا اس دسترخوان کو آگ نے نہیں جلایا۔ تو جس پیٹ میں اللہ کا نبی نو مہینہ رہا وہ ماں جہنم کی آگ میں کیسے جاسکتی ہے۔ ہرگز یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے والدین کفر کے باعث جہنم میں جائیں گے۔

اگر کسی روایت میں اس قسم کی کوئی بات آئی بھی ہے کہ حضور ﷺ کے والد کافر ہیں تو اس سے مراد حضور ﷺ کے چچا ابوطالب ہیں جو آخر تک ایمان نہیں لائے تھے اور عرف عام میں اکثر چچا کو بھی ”بابا“ کہہ دیا جاتا ہے لہذا چچا اس سے مراد ہیں حضور ﷺ کے والدین کریمین اس سے مراد نہیں وہ مومن ہیں اور جنت میں جائیں گے ان کے لئے کوئی عاشق رسول کفر اور جہنم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بعض روایات میں یہ جو آتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں ملی اس سے بھی ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے والدین ایامِ فترت میں تھے اس وقت نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے کسی شریعت اور احکامِ الہی کا وجود نہیں تھا کہ اس کے نہ کرنے پر کوئی گناہگار بنے لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ہوتا کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ وہ گناہگار تھے اس وہم کو ختم کرنے کے لئے رب نے ان کے استغفار کی حضور ﷺ کو اجازت نہیں دی۔

(۲) اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی ولادت اور اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اس کو ”محفلِ میلاد“ کہتے ہیں معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد منانا اور اس میں حضور ﷺ کی ولادت کے حالات اور واقعات بیان کرنا یہ خود حضور ﷺ کی سنت ہے۔ اور جو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرے گا وہ معاذ اللہ گناہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کرے گا۔ لہذا محفلِ میلاد منعقد کرنا قربِ خدا اور قربِ مصطفیٰ ﷺ کا باعث ہے۔



## حدیث نمبر ۱۸

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ حِينَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضِعَ فِي قَبْرِهِ وَسُويَ سَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ فَقَالَ لَقَدْ تَضَائِقَ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ

(مسند احمد ج ۳، ص ۳۶، مشکوٰۃ شریف ص ۲۶)

”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہاں گئے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو رسول اکرم ﷺ نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی تو ہم نے بھی کافی دیر تک تسبیح (یعنی سبحان اللہ) پڑھی پھر آپ نے تکبیر پڑھی (یعنی اللہ اکبر کہنا شروع کیا) تو ہم نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا۔ پھر حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آج آپ نے پہلے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی تو آپ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس نیک بندہ پر قبر کو کشادہ کر دیا۔“

فوائد

اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ زندوں کی تسبیح و تقدیس کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے، لہذا تیجہ، چالیسواں، دسواں، بیسواں، عرس فاتحہ وغیرہ میں جب کلمہ کلام درود شریف اور قرآن پاک پڑھا جائے گا تو یقیناً اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا اور اس کو قبر اور حشر میں ضرور فائدہ

حاصل ہوگا۔ اگر گناہگار ہو تو گناہ مٹتے چلے جائیں گے اور ولی ہو تو اس کے درجے بلند ہو جائیں گے اسی لئے امام طبرانی نے حضرت انس سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہیں کہ میری امت کے کچھ افراد اپنی قبروں میں گناہوں کے ساتھ جائیں گے لیکن جب قبروں سے نکلیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور ان کے گناہوں کی یہ تاریکی زندہ مومنوں کی ان کے لئے بخشش کی دعاؤں کی وجہ سے چھٹ جاتی ہے۔ (شرح الصدور، سیوطی ص ۱۲۸)

۲۔ اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ قبر پر تسبیح و تکبیر کہنے سے اس کی قبر کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر قبر پر اذان دی جائے تو اس میں بھی چونکہ تکبیر ہوتی ہے اس لئے اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس مردہ پر اس کی قبر کو کشادہ فرمادے گا۔ اس کے علاوہ قبر پر اذان دینے میں اس حدیث پر بھی عمل ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لِقِنُونَا مَوْتَانِكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز) کہ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ لہذا جب اذان میں لا الہ الا اللہ وہ سنے گا تو یہ سن کر اسے کلمہ یاد آ جائے گا اور وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں یہ کلمہ پڑھ کر سرخرو اور کامیاب ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کی متعدد احادیث میں آتا ہے کہ ”اذان“ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس سے دل کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اس سے رنج و غم مٹ جاتا ہے (مشکوٰۃ باب الاذان) جب کہ قبر میں اس وقت انہی چیزوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے کہ اس وقت سوال و جواب کے وقت شیطان بھی پاس نہ آئے اور قبر کی نئی جگہ میں وحشت اور گھبراہٹ بھی ختم ہو جائے اور دنیا اور سب گھر والوں کے چھوڑنے کا غم بھی ختم ہو جائے تو یہ سب چیزیں اذان سے حاصل ہو جائیں گی اس لئے قبر پر اذان دینے کو علماء نے مستحسن اور مستحب فرمایا ہے۔

۳۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ ہماری طرح بشر نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ طاقت اور ان کی آنکھوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ قبر کے اندر کا حال بھی

اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما لیتے ہیں اور ان کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں۔ لہذا آج اگر وہ روضہ انور میں تشریف فرما ہیں تو ہم غلاموں کو یقیناً دیکھ رہے ہیں اور ہماری فریاد کو سن بھی رہے ہیں۔

### حدیث نمبر ۱۹

إِنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوَفِّيَتْ أُمَّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي تُوَفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَيْنَعُهَا شَيْئًا إِنَّ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّي اشْهَدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷، قدیمی کتب خانہ، نسائی کتاب الوصایا، ترمذی کتاب الزکوٰۃ، ۸۵، فاروقی کتب خانہ)

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال میری عدم موجودگی میں ہوا ہے اگر میں کوئی چیز ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو انہیں اس کا کچھ فائدہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں.....! تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا ”مخرف“ باغ ان پر سے صدقہ ہے۔“

فوائد

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مالی عبادات، صدقہ اور خیرات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ لہذا جب اس ”مخرف باغ“ کا ثواب حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کو پہنچ سکتا ہے تو ہم جب گیارہویں، بارہویں، تیجہ، چالیسواں، معراج شریف، شب برأت اور کونڈوں وغیرہ میں جو انواع و اقسام کے طعام اور پھل فروٹ وغیرہ کا ثواب جو مرحومین کو پہنچاتے ہیں وہ بھی یقیناً ان کو ضرور پہنچے گا۔



يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اعْظَمُهُ  
 فَطَابَ مِنْ طَيِّبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْآكَمُ  
 نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنُهُ  
 فِيهِ الْعَفَافُ وَ فِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

ثُمَّ انْصَرَفَ الْأَعْرَابِيُّ فَعَلَّبَتْنِي عَيْنِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ يَقُولُ الْحَقُّ الْأَعْرَابِيُّ فَبَشَّرَهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى  
 قَدْ غَفَرَلَهُ

(تفسیر ابن کثیر المعروف الامام نووی ص ۴۹۸، المغنی ج ۳، ص ۵۵۶، الشرح الکبیر لابن  
 قدامہ ج ۳، ص ۴۹۵، کشاف القناع ج ۵، ص ۳۰، مفاہیم ص ۷۲)

”حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر  
 انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ ”السلام علیک یا  
 رسول اللہ.....!“ میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ اگر انہوں نے  
 اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے تو آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش طلب کریں  
 اور رسول بھی ان کے لئے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے  
 والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔ لہذا اب میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب  
 کرتے ہوئے اپنے رب کے پاس آپ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہوئے آپ  
 کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے  
 کہ ساری مخلوق سے بہتر جن کا جسم مبارک مٹی میں مدفون ہوا پس ان کی خوشبو  
 سے ٹیلے اور میدان مہک اٹھے۔ میری جان قربان ہو اس قبر انور پر جس میں  
 آپ جلوہ افروز ہیں، اس قبر میں تو مجسم پاکیزگی سخاوت اور شرافت ہے۔ یہ  
 عرض کرنے کے بعد جب وہ اعرابی واپس لوٹا تو حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری آنکھ لگ گئی اور میں نے حضور اکرم ﷺ



کو خواب میں دیکھا آپ نے خواب میں فرمایا اے عقبہ اس اعرابی کو مل کر خوش  
خبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا ہے۔“

فوائد

اس طویل اور معتبر حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ وہ اعرابی حضور کی قبر کی زیارت کے لئے دو دروازے آیا جس سے ثابت ہوا کہ حضور  
کے روضہ انور کی زیارت کے لئے سفر کر کے وہاں جانا نہ صرف جائز بلکہ صحابہ کا طریقہ ہے  
اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور اللہ کے قرب کا ایک وسیلہ ہے جو لوگ حضور کے روضہ  
شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں ان کے دل حضور  
ﷺ کی محبت اور عظمت سے خالی ہیں۔ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو صرف میری  
زیارت کے لئے آیا سے میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہیں تھی تو مجھ پر لازم ہو گیا  
کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں (الطبرانی فی الاوسط والکبیر) وہ کتاب بد بخت  
ہے جو روضہ شریف کی زیارت کے لئے سفر سے منع کر کے حضور ﷺ کی شفاعت سے  
محروم کرتا ہے۔

۲۔ دوسری اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ اللہ کی بارگاہ میں حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرنا اور  
حضور کے ”توسل“ سے دعا کرنا یہ نہایت مستحسن اور اچھا طریقہ ہے اور اس کے صدقہ میں  
دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں  
بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ”حضور کا وسیلہ پکڑا تو انسان کافر ہو گیا“ معاذ اللہ۔ وہ  
لوگ اس حدیث پر غور کریں کہ رب اپنے محبوب کا وسیلہ لانے کا قرآن میں خود حکم دے رہا  
ہے۔ اور وہ اعرابی جب حضور ﷺ کا وسیلہ لے کر اور حضور ﷺ کے ”توسل“ سے دعا  
کرتا ہے تو اس کو حضور ﷺ کی بارگاہ سے شرک کا فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ کمال ایمان اور  
گناہوں کی بخشش کا مشرودہ ان کو سنا دیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ ڈائریکٹ خدا تک نہیں پہنچا جا  
سکتا اس کے محبوب کے وسیلہ سے جو اس تک جائے گا وہی مقبول بارگاہ خدا ہوگا اور اسی کا دین و

دنیا میں بیڑا پار ہوگا۔ جو بغیر حضور ﷺ کے وسیلہ کے جائے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مفر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۳۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے اس عالم سے پردہ فرمانے کے بعد بھی آپ کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا اور آپ کو حاجت روا جان کر آپ سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔ گناہوں سے بڑی کیا آفت اور مصیبت ہوگی جب وہ اعرابی اس مصیبت سے رہائی کے لئے حضور ﷺ سے گزارش کر رہا ہے اور آپ سے مدد طلب کر رہا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر قسم کی دینی اور دنیاوی آفتوں اور مصیبتوں میں حضور ﷺ کو پکارنا اور آپ سے فریاد کرنا جائز ہے۔

۴۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تو سنتے نہیں حضور ﷺ کو کچھ پتہ نہیں (معاذ اللہ) حضور ﷺ بھی نہیں اڑا سکتے۔ (معاذ اللہ) لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے غلام کی فریاد پر اس کو گناہوں سے نجات دلا کر معافی کی خوش خبری سنادی تو ہم اگر حضور ﷺ کو پکاریں گے تو حضور ﷺ ہماری بھی فریاد رسی ضرور فرمائیں گے۔ لہذا حضور ﷺ سے مدد طلب کرنا اور حضور ﷺ کا مدد فرمانا اور نفع پہنچانا مشکلیں آسان کرنا یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت بلکہ الحمد للہ اب حدیث مبارک کی روشنی میں اس کا جائز اور مستحسن ہونا ثابت ہے۔

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ ”معاذ اللہ“ حضور مر گئے“ لیکن اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی وفات اور موت صرف ایک آن کے لئے تھی اس کے بعد اپنے روضہ انور میں حضور ﷺ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں، سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، اپنے ارشادات سے نوازتے بھی ہیں اور پریشان حالوں کی پریشانیاں دور بھی فرماتے ہیں۔

## حدیث نمبر ۲۱

حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَزَاءِ أَوْسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَطَطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَطَطًا شَدِيدًا فَشَكُّوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْظِرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا مِنْهُ كَوًّا إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوا فَمَطَرْنَا مَطْرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَ سَمَنَتِ الْإِبِلُ وَ تَفْتَقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامُ الْفَتْقِ

(دارمی ج ۱، ص ۲۳، مفاہیم ص ۶۶)

”حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں سخت قحط پڑا اہل مدینہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس جاؤ اور آپ کے حجرہ انور کی چھت میں ایک سوراخ کر دو حتیٰ کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت کا حجاب نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو اتنی زبردست بارش ہوئی کہ گھاس اگ گئی اونٹ اتنے موٹے تازے ہو گئے کہ چربی چڑھنے لگی۔ اس سال کا نام ”عام الفتن“ یعنی تروتازگی کا سال رکھا گیا۔“

فوائد

۱۔ اس حدیث سے پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ حضور ﷺ جس قبر انور میں تشریف فرما ہیں حضور کی برکت سے وہ جگہ بھی اتنی بابرکت اور عظمت والی ہو گئی ہے کہ اس کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کا غضب دور ہو جاتا ہے اور رحمتوں کی بارش ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ تو حضور ﷺ کے وسیلہ کے قائل نہیں لیکن یہاں حضرت عائشہ صحابہ کی موجودگی میں حضور ﷺ کی قبر انور کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہی ہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا غضب اور زیادہ ہو جانا چاہئے تھا اور بارش نہ برتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ بارش برسی اور خوب برسی پتہ

چلا کہ اللہ کو اپنے پیاروں کی قبریں بھی پیاری ہوتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کی جائے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولیاء اور انبیاء کے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے تاکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہماری مشکلیں آسان فرمائے۔

ایک دفعہ سمرقند میں قحط پڑا کسی طرح ختم نہیں ہو رہا تھا ایک شخص نے قاضی سمرقند کو تجویز دی کہ سب مل کر حضرت امام بخاری کے مزار پر چلیں اور ان کے وسیلہ سے دعا کریں چنانچہ جب لوگوں نے ایسا کیا تو بارش برسی شروع ہو گئی اور قحط دور ہو گیا (تیسرا الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۲۲) اسی لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو لکھنا پڑا کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس دعا کی قبولیت کا کئی بار تجربہ کیا جا چکا ہے۔ (نزل الابراہیم ص ۴۰)

حضرت امام شافعی جیسے عظیم فقیہ اور محدث فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے دو رکعت پڑھتا اور دعا کرتا ہوں تو اسی وقت میرا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء پر حاضری دینا اور ان کے وسیلہ سے دعائیں کرنا اور مشکلیں حل کرنا یہ شرک و بدعت نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو صحابہ اور امام شافعی جیسے مجتہد وقت ایسا کبھی نہ کرتے اور ان کی مشکلیں کبھی آسان نہ ہوتیں۔

۱۔ اس حدیث سے تبرکات کی اہمیت کا پتہ بھی چل گیا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ چیزیں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں لہذا ان کا ادب کرنا چاہیے۔

### حدیث نمبر ۲۲

هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبِضَتْهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرَضِيِّ نَسْتَفِي بِهَا

(صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۹، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۷، ۳، مصابیح السننہ ج ۳، ص ۱۹۲)

”حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا ان کے وصال کے بعد یہ جبہ میں نے حاصل کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے ہم اس جبہ کو بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اس کی برکت اور وسیلہ سے شفاء حاصل کرتے ہیں۔“

فوائد

۱۔ اس حدیث مبارکہ سے ”تبرکات“ کی اہمیت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے کہ جس چیز کو کسی اللہ کے پیارے سے تعلق اور نسبت ہو جائے وہ چیز بھی بابرکت ہو جاتی ہے اور لائق احترام بن جاتی ہے۔ اس کا احترام اور ادب کرنا یہ شرک اور بدعت نہیں بلکہ کمال ایمان کی نشانی ہے عشاق جب حرمین شریفین کو جاتے ہیں تو کبھی منبر کو چومتے ہیں تو کبھی ستونوں کو، کبھی دیواروں کو بوسہ دیتے ہیں تو کبھی پہاڑوں کے پتھروں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اس لئے کہ ان چیزوں کو نبی سے نسبت ہو گئی ہے۔ لہذا یہ بھی لائق احترام ہو گئی ہیں اور ان کا احترام کرنا یہ صحابہ کی سنت ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ کسی صحابی کے پاس حضور ﷺ کے بال مبارک تھے تو وہ ان کو عطر میں بسا کر رکھتا تھا جس کی وجہ سے بال سرخ رنگ کا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلمہ کے پاس حضور ﷺ کے بال تھے جس کو وہ چاندی کی ڈبیہ میں بڑے ادب سے رکھتی تھیں اور جب کوئی بیمار یا جس کو نظر لگ گئی ہو انکے پاس آتا تھا تو اس ڈبیہ کو پانی میں ہلا کر اس کو پلا دیا کرتی تھیں جس سے اس کو شفاء ہو جاتی تھی۔

(مشکوٰۃ ص ۳۹۱، بخاری ج ۲، ص ۸۷۰)

۲۔ ان تبرکات کی برکت اور ان کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور بیماریاں دور ہوتی ہیں لہذا جس قبر میں کوئی ولی، نبی آرام فرما ہو وہ قبر بھی اس نبی اور ولی کی نسبت سے بابرکت ہو جاتی ہے اور وہاں پر بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور دینی و دنیوی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔



۳۔ جب کسی نبی اور ولی کے تبرکات کی برکت اور وسیلہ سے دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور مشکلیں آسان ہو رہی ہیں تو پھر خود اس اللہ کے ولی کا وسیلہ اگر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو اس کے صدقہ میں کیوں نہ دعا قبول ہوگی۔ یقیناً وہ خدا کے پیارے ہیں اور خدا اپنے پیاروں کے وسیلے کو کبھی رد نہیں فرمائے گا بلکہ اس وسیلہ کی لاج رکھتے ہوئے ضرور دعا قبول فرمائے گا اور مشکلیں آسان فرمائے گا۔

### حدیث نمبر ۲۳

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَ عَلَّمَنَا صَلَوَاتَنَا فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ  
لِيَوْمِكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ  
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۷۴، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۰، ابن ماجہ ۶۱، بیہقی ۲، ص ۱۵۵، دارقطنی ج

۲، ص ۲۲۸، مشکوٰۃ ص ۸۱)

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا بس آپ نے ہمیں سنت کی تعلیم دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفیں درست کر لو پھر تم میں سے ایک شخص تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم آمین کہو۔“

فوائد

اس حدیث مبارک نے ”قراۃ خلف الامام“ کا مسئلہ واضح طور پر حل کر دیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہاں امام اور مقتدی دونوں کے نماز کے اندر اعمال کا ذکر فرمایا جو کام امام اور مقتدی دونوں کے کرنے کے ہیں وہ دونوں کے لئے آپ نے بیان فرمائے۔ مثلاً

فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو معلوم ہوا کہ یہ کام دونوں کو کرنا ہے لیکن جب قرأت اور قرآن کی تلاوت کا ذکر فرمایا تو صرف امام کے لئے فرمایا اور مقتدیوں کے لئے فرمایا کہ وہ خاموش رہیں اب یہ حکم ہر نماز کے لئے ہے خواہ وہ سری ہو یا جہری یعنی فجر مغرب اور عشاء کی ہوں یا ظہر اور عصر کی مطلقاً نماز کے لئے حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ حضور ﷺ کے ارشاد پر خاموش کھڑے رہنا چاہئے۔ اگر مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ضروری ہوتا تو حضور ﷺ ان کو ایک ضروری اور فرض کام ترک کر کے خاموش رہنے کا حکم کیوں دیتے بلکہ جس طرح تکبیر دونوں کے لئے ضروری تھی اور آپ نے دونوں کے لئے بیان فرمائی کہ ”فاذا کبر فکبروا“ اسی طرح اگر قرأت بھی مقتدی کے لئے ضروری ہوتی تو حضور ﷺ اس طرح فرماتے کہ ”فاذا قراء فاقراؤ“ کہ جب امام قرأت کرے تو تم بھی قرأت کرو لیکن اس کے برعکس آپ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا درست نہیں۔ جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے خلاف کرتے ہیں بلکہ قرآن کے خلاف کام کرتے ہیں کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ ”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَلَا وَأَنْصِتُوا“ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو ”غور سے سنو اور چپ رہو“ اور ابن ماجہ ص ۶۱ کی ایک دوسری روایت میں تو صاف طور پر حضور ﷺ نے فرمادیا کہ امام کی قرأت ہی مقتدیوں کے لئے کافی ہے بلکہ طحاوی شریف کی ایک روایت میں تو حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو پیچھے قرأت کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو تنبیہ فرمائی اور ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں بہت سے علماء اس مسئلہ پر آپ سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے کے لئے آئے کہ آپ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہئے اس پر گفتگو کریں گے آپ نے فرمایا اتنے سارے لوگوں سے کیسے گفتگو ہوگی آپ سب لوگ اپنا ایک نمائندہ مقرر فرمائیں اور وہ مجھ سے گفتگو کرے گا اس کا مجھ سے گفتگو کرنا آپ سب کی طرف

سے گفتگو کرنا ہوگا سب نے ایک عالم کو نمائندہ مقرر کر دیا۔ آپ نے فرمایا فیصلہ تو اس مسئلہ کا تم نے خود ہی کر دیا اس لئے کہ جب اپنی طرف سے ایک عالم مقرر کر دیا جس کا گفتگو کرنا تم سب کی طرف سے گفتگو کرنا شمار ہوگا اور اس کی ہار اور جیت تمہاری ہار اور جیت ہوگی اسی طرح یہاں بھی اللہ کی بارگاہ میں امام ہم سب مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے لہذا اس کا پڑھنا وہ ہم سب مقتدیوں کا پڑھنا شمار ہوگا۔ یہ سن کر سب مبہوت ہو گئے اور امام اعظم کے اس مسئلہ کو مان گئے کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو پڑھنا نہیں چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ بہر حال قرآن کی آیت مبارکہ اور احادیث اور حضور ﷺ کے عمل کو دیکھتے ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کا یہی فتویٰ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جس نے قرأت کی امام کے پیچھے اس کی نماز نہیں ہوگی (موطا امام محمد ج ۱ ص ۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنا فطرت یعنی سنت کے خلاف ہے یعنی ایسا شخص بدعتی ہے۔ (طحاوی ص ۱۰۷، مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷، ج ۲) حضرت ابن عباس جیسے صحابی فرماتے ہیں کہ اگر میرا بس چلے تو میں ایسے لوگوں کی زبانیں (گدی سے) کھینچ لوں۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱) حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ میں انگارے بھرے جائیں (موطا امام محمد ص ۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶) حضرت امام ابراہیم عجمی جیسے عظیم تابعی کا فتویٰ ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

### حدیث نمبر ۲۴

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّه صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ أَمِينٌ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ

(مسند احمد، ابوداؤد، ابوالعلی، دارقطنی، حاکم، زیلعی ج ۱ ص)

”حضرت علقمہ اپنے والد گرامی حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر پہنچے تو آمین کہا اور اس میں آواز بہت مخفی اور پوشیدہ رکھی۔“

فائدہ

یہ حدیث مبارک جس کو حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے آمین آہستہ آواز سے فرمائی ہے لہذا حدیث کے ماننے والوں کو چاہئے کہ جب امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور امام و لا الضالین کہے تو مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہہ کے حضور ﷺ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے بلکہ پست آواز سے خاموشی کے ساتھ آمین کہہ کے حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

جبکہ پست اور آہستہ سے آمین کہنے والوں کو حضور ﷺ نے ایک خوشخبری بھی سنائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ”ولا الضالین“ کہے تو تم آمین کہو بس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگی اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۰۸، نسائی ج ۱، ص ۹۴، ابوداؤد ج ۱، ص ۴۹) اب ظاہر ہے فرشتے پکار کر بلند آواز سے تو آمین کہتے نہیں ورنہ ہمیں ان کی آواز آتی لیکن ہم نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ خاموشی کے ساتھ آمین کہتے ہیں لہذا حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق جو ان کے ساتھ موافقت کرنے کا یعنی پست آواز سے خاموشی کے ساتھ ان کی طرح آمین کہے گا تو وہ حضور ﷺ کی اس خوشخبری کا مستحق ٹھہرے گا کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

جن احادیث میں ”مَدْبِهَا صَوْتَهُ“ کا ذکر ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ”امین“ نہیں فرمایا بلکہ آواز کو کھینچ کر مد کے ساتھ ”امین“ فرمایا۔ ان ہی احادیث کو دیکھتے ہوئے فقہ کے دو بہت بڑے امام ایک امام مالک اور دوسرے امام اعظم ابوحنیفہ نے آہستہ آمین کہنے کا قول کیا

ہے۔ (المدینہ الکبریٰ صحابہ کا بھی یہی عمل رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اعوذ باللہ اور آمین تینوں چیزیں بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸) عینی شرح ہدایہ میں حضرت عمر کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت مذکور ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور ﷺ کا طریقہ آخر تک اور ہمیشہ آمین بلند آواز سے کہنے کا ہوتا تو حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی جیسے صحابہ اور خلفائے راشدین کبھی اس عمل کو ترک نہ فرماتے اور ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا طریقہ آہستہ آواز سے آمین کہنے کا تھا۔

### حدیث نمبر ۲۵

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذُنُ خَيْلٍ شُمْسٍ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ

(صحیح مسلم ج ۱، ۱۸۱، ابوداؤد ج ۱، ص ۱۵۰، نسائی ص ۱۷۶، طحاوی ج ۱، ص ۱۵۰، مسند احمد ج ۵، ص ۹۳، نوراح المطالع)

”حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (جب ہم نماز پڑھ رہے تھے) تشریف لائے (ہم رفع یدین کر رہے تھے) آپ نے فرمایا میں تم کو نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین کرتے کیوں دیکھتا ہوں نماز میں سکونت و طمانیت اختیار کرو۔“

فائدہ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے اندر رکوع، سجود و قنوت وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنا یعنی بار بار ہاتھ اٹھانا حضور ﷺ کو پسند نہیں تھا پھر نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کو جانوروں کے فعل سے تشبیہ



دے کر اس کی برائی کو بیان فرمادیا۔ اور آخر میں اس فعل سے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ نماز سکون و طمانیت کے لئے ہوتی ہے اس میں سکون و طمانیت اور خشوع و خضوع اختیار کرنا چاہئے ایسا بار بار کرنا نماز کے خشوع و خضوع کے خلاف ہے لہذا سکون سے رہو اور بار بار گھوڑوں کی دم کی طرح رفع یدین نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صحابہ نے پہلے کبھی کر بھی لیا تھا تو اس کے بعد پھر کبھی نہیں کیا چنانچہ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حضور ﷺ جیسی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں اس نماز میں انہوں نے پہلی مرتبہ کے بعد (تکبیر تحریمہ) کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں فرمایا۔ (ترمذی ص ۳۰) اس ہی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل علم صحابہ تابعین اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔ اور محدث ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں میں نے خیر القرون میں کسی بھی دین کی سمجھ رکھنے والے کو کہیں بھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۴)

اگر کسی روایت میں حضور ﷺ کے رفع یدین کرنے کا ذکر آیا بھی ہے تو اس کے مقابلہ میں وہ روایات جو ہم نے اوپر ذکر کی ہیں جن میں رفع یدین کرنے سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو ترجیح ہوگی کیونکہ ہماری روایات قوی ہیں اور رفع یدین کرنے کی احادیث فعلی ہیں جب کہ اصول حدیث کی رو سے قوی حدیثوں کو فعلی حدیثوں پر ترجیح ہوتی ہے۔ رفع یدین کی روایات میں تو دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ یہ حضور ﷺ کا پہلا عمل تھا اب آخری عمل یہ تھا کہ نماز میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہماری تمام احادیث بڑے بزرگ زیدہ بڑی عمر والے اور فقیہ صحابہ سے منقول ہیں جب کہ رفع یدین کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے جو اس وقت بچے تھے اور پچھلی صف میں کھڑے ہوتے تھے وہ حضور ﷺ کی صحیح حرکات و سکنات کو قریب سے نہیں دیکھتے تھے لہذا ان کے مقابلہ میں حضور ﷺ سے زیادہ قریب کھڑے ہونے والے بڑے معمر صحابہ کا رفع یدین نہ کرنے کا قول زیادہ معتبر ہوگا۔

## حدیث نمبر ۲۶

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُتْرَ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲، طبرانی فی الکبیر، سنن بیہقی)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز (تراویح) اور وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔“

فائدہ

یہ حدیث جس کو مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور امت کے اس پر عمل کی وجہ سے یہ صحیح کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ ایسی صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رمضان المبارک کی راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا یہ حضور سرور کون و مکان ﷺ کی سنت ہے۔ بلکہ البتہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہر شخص علیحدہ علیحدہ پڑھا کرتا تھا جب کہ حضرت عمر کے زمانہ سے باقاعدہ ایک قاری اور حافظ کے پیچھے سب نے مل کر پڑھنی شروع کر دی۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے فرمایا

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین محدثین کی سنت کو لازم پکڑ لو۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کی تراویح کے بارے میں کیا سنت ہے؟ حضرت سائب بن زید صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری امام سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاشیوں کا سہارا لیتے تھے۔ اس حدیث کو بیہقی (ج ۲، ص ۴۹۶) نے نقل فرمایا ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المہذب) علامہ سبکی، علامہ سیوطی، علامہ ملا علی قاری جیسے محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ثابت ہوا کہ رمضان میں

بیس رکعتیں تراویح پڑھنا خلفائے راشدین کا معمول رہا ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنے والا اور حقیقت حضور ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اسی لئے ابن تیمیہ بھی لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب کے پیچھے بہت سے فہاجرین و انصار صحابہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۸۶) اس ہی طرح بیہقی میں (ج ۲، ۲۹۶) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی حدیث منقول ہے کہ حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور حضرت علی نے خود وتر پڑھائے۔ اسی لئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ (مرقاۃ ج ۳، ۱۹۳)

باقی جن احادیث میں حضور اکرم ﷺ کے گیارہ رکعت پڑھنے کا بیان ہے (یعنی ۸، رکعت اور تین وتر) اس سے مراد تراویح کی آٹھ رکعت نہیں ہیں بلکہ تہجد کی آٹھ رکعت مراد ہیں کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی آٹھ ہی رکعت ادا فرماتے تھے اور آخر میں وتر پڑھ لیتے تھے تو اس طرح گیارہ ہو جاتی تھیں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم، امام مالک، امام ابو داؤد، نسائی، امام ترمذی، امام دارمی وغیرہ سب نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا لیکن تراویح کے باب میں ذکر نہیں کیا۔

### حدیث نمبر ۲۷

عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ لَبِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ إِمْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَقَامَ غَضَبًا نَأْمًا قَالَ أَيْلَعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَقْتُلُهُ

(سنن نسائی ج ۲، ص ۱۸۱)

”حضرت مخرمہ اپنے باپ سے روایات کرتے ہیں کہ انہوں نے محمود بن لبید

سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کو خبر دی گئی ایک شخص کے بارے میں کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کیا اس نے کتاب اللہ کو میرے سامنے کھیل بنا لیا ہے حتیٰ کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ.....! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں۔“

فائدہ

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا درست نہیں بلکہ گناہ ہے اور ایسا کرنا حضور کے غضب اور ناراضگی کا سبب ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر ایک ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جاتی ہیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع نہ ہوتیں بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے تو حضور ﷺ کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے کیونکہ ایک طلاق تو سنت ہے لہذا سنت طلاق کے واقع ہونے پر ناراضگی کیسی؟ حضور ﷺ کا ناراض ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین طلاقیں اگر ایک ساتھ دی جائیں تو تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک عورت جس کا نام عائشہ شمعہ تھا وہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نکاح میں تھی۔ جب حضرت علی کا وصال ہوا تو اس نے حضرت امام حسن سے کہا کہ آپ کو خلافت مبارک ہو حضرت امام حسن نے کہا کہ تو حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے جا میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں اس نے اپنے کپڑے لئے اور عدت میں بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی حضرت امام حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار بھیجے جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ اتنا تھوڑا سا سامان ملا ہے جب حضرت امام حسن تک یہ بات پہنچی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ

اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ آپ نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ طہر میں دیں یا بیک وقت ایک ساتھ تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اس سے ضرور رجوع کرتا اس حدیث کو دو سندوں سے امام دارقطنی نے (ج ۴، ص ۳۱) اور دو سندوں سے امام طبرانی نے اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں (ج ۷، ص ۳۳۶) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد میں (ج ۴، ص ۳۲۰، ۳۹۰) میں علامہ البیہقی نے اس کو حدیث صحیح قرار دیا ہے۔ جب روایات میں حضور ﷺ کے زمانہ میں تین طلاقوں کے ایک واقع ہونے کا بیان ہے اس سے مراد غیر مدخول بہا کی طلاق مراد ہے کہ وہ اگر تین دی جائیں تب بھی ایک ہی واقع ہوگی یا وہ طلاق مراد ہے کہ دی تو ایک جائے لیکن بعد میں دو طلاقوں کے الفاظ پہلی والی طلاق کی تائید اور تاکید کے لئے لائے جائیں اس سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے حضور ﷺ نے جن کو تین طلاق پر رجوع کرنے کا حکم دیا اس سے اسی قسم کی طلاق مراد ہے۔

### حدیث نمبر ۲۸

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ سَمِعَ اسْمِي فِي  
الْأَذَانِ وَوَضَعَ إِيَّاهُمَا عَلَى عَيْنَيْهِ فَأَنَا طَالِبُهُ فِي صُفُوفِ الْقِيَامَةِ وَ  
قَائِدُهُ إِلَى الْجَنَّةِ

(شامی ج، باب الاذان ص ۲۷۰، بحوالہ کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، حواشی بحر  
الرائق، صلوٰۃ مسعودی ج ۲، باب بستم بانگ نماز)

”حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان میں ہمارا نام سن کر انگوٹھے اپنی  
آنکھوں پر لگائے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کریں گے اور اس کو  
اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔“

## فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس میں گناہ گاروں کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت کی خوشخبری ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب شامی میں اس کو مستحب لکھا ہے۔ جب کہ انگوٹھے چومنے کی فضیلت میں ایک یہ حدیث بھی آئی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سنا تو اپنے کلمہ کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (دیلمی فی الفردوس، مقاصد حسنه امام سخاوی) اسی روایت کو فقہ حنفی کی معتبر کتاب طحاوی میں بھی نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح کی روایت حضرت خضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے فضائل اعمال میں ان احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔ (طحاوی علی مراتب الفلاح ص ۱۱۱) یعنی اگر بالفرض مرفوع احادیث ضعیف بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اس بارے میں وہ احادیث جو موقوف ہیں یعنی جو حضرت ابو بکر سے منقول ہیں ان پر تو ضعف کا اعتراض بھی نہیں ہے۔ لہذا حضور ﷺ کا ارشاد کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑ لو، پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے چومنا بھی صحابہ کی سنت ہوا اور حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو حضور ﷺ کی زیارت کا شوق ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں حضور ﷺ کا نور چمکایا تو انہوں نے انگوٹھے کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ جب حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سن کر ایسا کرے وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا (تفسیر روح البیان ج ۴، ص ۶۴۹) علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا اذان کے وقت اس کے گناہوں کی بخشش اور حضور ﷺ کی شفاعت کے علاوہ دنیاوی اس کو فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ نہ کبھی وہ اندھا ہوگا اور نہ



کبھی اس کی آنکھ دکھے گی (مقاصد حسنہ ص ۱۸۱) فقیہہ محمد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ایک کنکری میری آنکھ میں گر گئی بڑی کوششوں کے باوجود نہ نکل سکی جس کے باعث آنکھ میں سخت تکلیف تھی اس ہی اثناء میں جب اذان ہوئی اور میں نے حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومے اور ان کو اپنی آنکھوں پر لگایا تو کنکری اسی وقت میری آنکھ سے نکل گئی اور مجھے سکون مل گیا۔ (مقاصد حسنہ) خصائص کبریٰ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے سو سال تک گناہ کئے جب مر گیا تو قوم نے اس کو کوڑے کے ڈھیر پر لاکے پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ہمارے اس مقبول بندے کو غسل دے کر کفن دے کر نماز جنازہ پڑھے حضرت موسیٰ نے پوچھا یہ بدکار تیرا محبوب کیسے ہو گیا، فرمایا اس نے ایک دن توریت میں ہمارے محبوب آخری نبی کا نام دیکھ کر اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور ان پر درود پڑھا اس لئے ہم نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے اور ستیزہ خوروں سے جنت میں اس کا نکاح کر دیا۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱۶، ح ۱۶، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ۴۲، ج ۴، سیرت ۸۵) لہذا ہم بھی اگر حضور ﷺ سے محبت کا اظہار کریں گے اور ان کا نام سن کر انگوٹھے چومیں گے تو یقیناً خدا ہمیں بھی اس کے صدقہ میں بخش دے گا۔

### حدیث نمبر ۲۹

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ وَ دُبْرُ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَاتِ

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند احمد، بیہقی، مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

”حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔“

فوائد

اس حدیث سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ پانچوں وقت کی فرض نمازوں کے بعد دعا

کرنا مسنون ہے اور خود حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جب کہ حسن حصین میں اس حدیث کو ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ”وسط الیدین“ کے لفظ کا بھی اضافہ ہے جب کہ صحاح ستہ کے حوالہ سے ”ورفعهما“ کے لفظ کا اضافہ ہے جس کے معنی ہیں ہاتھوں کا پھیلانا اور بلند کرنا لہذا ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ لہذا جو لوگ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اور پھیلا کر دعا نہیں کرتے وہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کے باعث اس کی برکتوں سے محروم ہیں اور ایک سنت کو ترک کر رہے ہیں۔

۲۔ اس حدیث میں ”اصلوٰۃ المکتوبات“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں فرض نمازوں کے اس میں پانچوں وقت کی نمازوں کے علاوہ عیدین جمعہ اور نماز جنازہ بھی آگئی کیونکہ یہ سب ”فرض“ نمازیں ہیں لہذا ان سب نمازوں کے بعد دعا کرنا نہ شرک ہو نہ بدعت بلکہ اس حدیث کے باعث ان نمازوں کے بعد دعا کرنا مستحب اور مسنون ہو گیا۔

بعض حضرات خصوصیت کے ساتھ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کو منع کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس وقت دعا جلدی قبول ہوتی ہے لہذا مردہ کے لئے اور اپنی بخشش کے لئے اس وقت ضرور دعا کرنی چاہئے جب کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا تو ایک اور صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ (ابوداؤد ج ۲، ۱۰۰، بیہقی ج ۴، ص ۴۰، سنن ابن ماجہ ۱۹۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴، ۵۹) ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اسکو صحیح حدیث قرار دیا ہے اس میں ”اذا صلیتم“ کی شرط ہے اور ”فاخلصوا له الدعاء“ جزاء ہے جب کہ شرط اور جزاء میں تغایر ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دعا نہیں ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ نماز جنازہ پڑھ کے اس کے بعد علیحدہ سے دعا مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے خود حضور ﷺ کا عمل بھی اس پر شاہد ہے کہ ایک روز حضور ﷺ نے ممبر پر کھڑے ہو کر غزوہ موتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی پھر ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ یہاں اس حدیث میں

فَصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ

کے الفاظ آئے ہیں جس میں نماز کے ذکر کے بعد لفظ ”واو“ کے ساتھ دعا کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ ”واو“ مغفرت کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا نماز جنازہ کے علاوہ تھی اور حضور نے نماز جنازہ کے بعد مانگی اور دوسروں کو بھی دعا کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد امام اور مقتدی سب کامیت کی مغفرت اور بخشش کے لئے دعا کرنا یہ سنت رسول اور سنت صحابہ ہے۔ ہاں البتہ لمسی دعا نہیں مانگی چاہئے اور اس ہی نماز والی ہیئت میں صفیں باندھے ہوئے دعا بھی نہیں مانگی چاہئے کہ اس سے نماز جنازہ میں کسی اضافہ اور زیادتی کا گمان ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے جہاں اس دعا سے منع کیا ہے اس سے اس ہی قسم کی دعائیں مراد ہیں۔

### حدیث نمبر ۳۰

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا  
مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَةَ

(صحیح مسلم ص ۲۶، ج مشکوٰۃ ص ۶۳، القول البدیع ص ۱۱۳، سنن الکبریٰ ج ص ۴۰۹، عمل  
الایوم واللیلۃ ص ۲۶)

”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو جو کچھ اس نے  
کہا ہے وہ ہی تم کہو پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود  
پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔“

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ

سنت ہے اور ترقیات و درجات اور نیکیوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے بھی حضور ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کیا اور اذان کے ساتھ درود شریف پڑھا چنانچہ اسلام کے سب سے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ آپ بھی اذان کے بعد درود شریف پڑھا کرتے تھے اور ان الفاظ میں درود پڑھتے تھے ”السلام علیک یا رسول اللہ“ (تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ مصر، درة الناصحین لا امام عثمان بن حسن ص ۵۹، مطبوعہ مصر) اسی لئے ایک بہت بڑے محدث علامہ ابن سنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آنحضرت ﷺ کے ارشاد والی حدیث کو نقل کرتے ہوئے اس پر یہ باب باندھا ہے کہ ”صلوة علی النبی ﷺ عند الاذان“ یعنی اذان کے وقت خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کیونکہ جب حضور ﷺ سے اذان کے وقت درود شریف پڑھنا ثابت ہو گیا تو انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بہر حال وہ سنت پر عمل کرنے والا ہوگا بلکہ قرآن پر عمل کرنے والا ہوگا کیونکہ قرآن میں بھی ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ فرما کے اللہ تعالیٰ نے ہر اچھے وقت میں درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے اس میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں لگائی لہذا انسان جس وقت بھی درود شریف پڑھے گا خواہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد خواہ نماز سے پہلے یا اس کے بعد خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا لیٹ کر جس طرح بھی درود شریف پڑھے گا وہ قرآن پر عمل کرنے کے باعث رحمت خداوندی کا مستحق بن جائے گا۔ اسی لئے بڑے بڑے محدثین حضرت قاضی عیاض اور ملا علی قاری شیخ کبیر بکری جیسے محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں اذان کے وقت خواہ پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنے کو مشروع اور جائز اور بعض نے تو مستحب بھی رکھا ہے (الشفاء ج ۲، ص ۵۲، شرح ملا علی قاری ج ۲، ص ۱۱۴، اعانة الطالبین ج ۱ ص ۲۲۳ ج ۱) لہذا اب اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات صحابہ کے عمل اور محدثین و فقہاء کے فتوؤں کے بعد کوئی اگر اس کو برا سمجھتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے تو اس کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو اللہ اور اس کے رسول کو اور صحابہ کو نہیں مانتا جیسی تو ان کی بات

کا انکار کر رہا ہے یا حضور ﷺ سے اس کو عداوت ہے جو اتنے صحیح احکامات کے باوجود درود شریف پڑھنے سے کترار رہا ہے اور دوسروں کو منع کر رہا ہے۔

### حدیث نمبر ۳۱

عَنْ زَارِعٍ وَ كَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ  
فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاجِلِنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَ رِجْلَهُ

(سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۲، کتاب الاذکار للنووی ص ۲۳۲)

”حضرت ذارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ وفد عبد القیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم نے اپنی سوار یوں سے اترنے میں جلدی کی پس ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دیا۔“

### فائدہ

اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ اور پاؤں چومنا شرک اور بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ ان کو منع فرمادیتے لیکن حضور ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں اور پیروں کو چومنا اور بوسہ دینا جائز اور مستحسن ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو حضور ﷺ سے اس عمل کی تعریف پتہ چلتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ کے دست اقدس کو پکڑ کر اس کو چوما اور بوسہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو بہت محبوب ہیں۔ (ادب المفرد ص ۸۶، مطبوعہ مصر) اب آپ اندازہ کیجئے کہ جس عمل کی تعریف خود نبی کریم ﷺ فرمائیں اور جس کی تحسین خود اللہ کا نبی فرمائے وہ فعل اور عمل کتنا حسین اور اچھا ہوگا اب کسی مسلمان کی تو یہ مجال ہو نہیں سکتی کہ جس کو حضور ﷺ اچھا کہیں اس کو حضور ﷺ کا امتی مسلمان برا شرک اور کفر کہے۔

اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ہاتھ، پیر، چومنا حضور ﷺ کے لئے جائز تھے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ متعدد احادیث سے دوسروں کے لئے چومنا بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے جب حضور ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی تھیں تو حضور ﷺ ان کے استقبال کے لئے محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے (ابوداؤد ج ۲، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۲۰۲، ابواب المفروض ص ۳۸ پ) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا (کیسائے سعادت امام غزالی ص ۱۹۲، عوارف المعارف، شہاب الدین سہروردی ص ۱۶۰) حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس سے جب سنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کے دست مبارک کو مس کیا ہے تو انہوں نے حضرت انس کے ہاتھوں کو لے کر چوم لیا (الادب المفرد ۱۴۴) ایک دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادبان کی سواری کی لگام پکڑی حضرت زید بن ثابت نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا اے نبی کریم ﷺ کے چچا کے صاحبزادے آپ ایسا نہ کیجئے اور میری سواری کی لگام کو نہ پکڑیئے حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں علماء کی تعظیم کروں یہ سن کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اس کو چوم لیا اور فرمایا ہم کو بھی اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ کہ حضور ﷺ کی اہل بیت کی تعظیم کریں (رسالہ قشیریہ، ص ۷۶، مدارج النبوة ص ۶۳، صواعق المحرقة ابن حجر ص ۲۳۸) معلوم ہوا کہ صحابہ بھی آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ چوما کرتے تھے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کے اور دینی عظمت رکھنے والوں کے ہاتھ چومنا جائز اور مستحسن فعل ہے اور نبی کریم اور خود صحابہ کی سنت ہے۔



## حدیث نمبر ۳۲

فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ  
وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقِيَّةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ إِقْسِمُوا وَأَضْرِبُوا لِي  
مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب ما يعطى في الرقيہ ج ۲، ص ۳۰۲، قدیمی کتب خانہ)

”پس وہ آئے حضور ﷺ کی خدمت میں اور انہوں نے اپنا واقعہ آپ سے بیان کیا آپ نے منتر پڑھنے والے سے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا یہ بکریاں بانٹ لو اور میرا بھی ایک حصہ اپنے ساتھ رکھو اور آپ مسکرا دیئے۔“

فائدہ

یہ بخاری شریف کی ایک تفصیلی اور طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث اور پورا واقعہ یہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام ایک سفر پر روانہ ہوئے راستہ میں ان کا گزر ایک عرب کے قبیلہ پر سے ہوا ان مسافروں نے چاہا کہ یہ قبیلہ والے ہماری مہمانی کریں لیکن اس قبیلہ نے ان صحابہ کی مہمانی نہیں کی اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھونے کاٹ لیا انہوں نے بڑا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ جو مسافر آئے ہیں چلو ان سے جا کر پوچھتے ہیں شاید ان کے پاس اس کا کوئی علاج ہو انہوں نے صحابہ سے آ کر پوچھا تو ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کا منتر جانتا ہوں لیکن چونکہ تم نے ہماری مہمانی نہیں کی اس لئے میں اس وقت تک منتر نہیں پڑھوں گا اور جھاڑ پھونک نہیں کروں گا جب تک تم کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں دو گے آخر چند بکریاں بطور اجرت دینے کا انہوں نے وعدہ کیا یہ صحابی اس قبیلہ کے سردار کے پاس گئے اور اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کے دم کیا اور اس کو جھاڑا، ان کے دم کرتے ہی وہ سردار فوراً ٹھیک ہو گیا اور اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جو بکریاں دینا طے ہوئی تھیں وہ بکریاں انہوں

نے اس صحابی کو دے دیں۔ صحابہ کہنے لگے کہ اس کو آپس میں بانٹ لو لیکن ان منتر پڑھنے والے اور جھاڑنے والے صحابی نے کہا کہ جب تک ہم حضور ﷺ سے اس بارے میں نہیں پوچھ لیں گے اس وقت تک ان بکریوں کو تقسیم نہیں کریں گے۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ کسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر آپ نے فرمایا تم نے بالکل صحیح کیا یہ بکریاں آپس میں بانٹ لو بلکہ اس میں میرا بھی حصہ رکھو اور یہ فرما کے آپ مسکرا دیئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ دم، درود، جھاڑ، پھونک اور تعویذ، گنڈے وغیرہ کرنا نہ شرک ہے نہ بدعت ہے بلکہ یہ اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے بلکہ پھوڑے، پھنسی کا علاج تو خود حضرت جبریل نے آ کر حضور ﷺ کو بتایا تو حضور ﷺ نے اس دعا کو پڑھ کر جھاڑا تو حضور ﷺ کو شفاء ہوگئی (مسلم ص ۲۱۹) جن احادیث میں جھاڑ پھونک اور منتر کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک اور منتر مراد ہے جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں۔ مطلقاً ہر قسم کے دم، تعویذ کو حرام کہنا قرآن و حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

### حدیث نمبر ۳۳۳

عَنْ أَبِي دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ أَقْبَلَ مَرُوانَ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا  
وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ أَتَدْرِي مَا تَصْنَعُ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاذَاهُوَ  
أَبُو أَيُّوبَ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ  
أَبِ الْحَبْرَ

(مسند احمد، ص ۴۲۲، ج ۵، مستدرک حاکم ص ۵۱۵، ج ۴، مجمع الزوائد ص ۵، ج ۴)

”حضرت ابو داؤد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان روضہ رسول پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنا چہرہ قبر انور پر رکھے

ہوئے ہے مروان نے اس سے کہا کہ کیا یہ تمہیں معلوم ہے تم کیا کر رہے ہو اس شخص نے جب اپنا چہرہ اٹھایا تو وہ صحابی رسول حضرت سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

فائدہ

اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ حاکم اور امام دین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ اللہ کے پیاروں کی قبروں پر اپنا چہرہ رکھنا اس کو چومنا اور بوسہ دینا جائز ہے، اگر یہ شرک بدعت یا قبر پرستی ہوتی تو میزبان رسول حضرت ابویوب انصاری جیسا عظیم صحابی کبھی یہ کام نہ کرتا۔ اور یہ کام صرف انہوں نے ہی نہیں کیا بلکہ جب حضرت بلال ایک عرصہ کے بعد حضور ﷺ کے روضہ شریف پر حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی محبت میں ایسا ہی کیا تھا حدیث میں آتا ہے۔

فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهُ وَ يَمْرُغُ وَ جِهَةً عَلَيْهِ

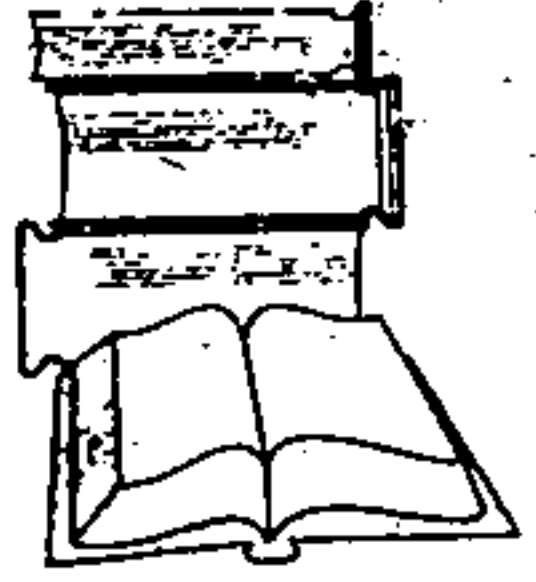
کہ آپ مزار شریف کے پاس زور ہے تھے اور مزار اقدس پر اپنا چہرہ مل رہے تھے۔ ثابت ہوا کہ ایسا کرنا بڑے بڑے عاشق رسول صحابہ کی سنت ہے۔ اسی لئے جنابلی فقہ کے امام اور عظیم فقیہ حضرت امام احمد بن حنبل سے حضور ﷺ کی قبر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ جب حجر اسود کو چوما جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ صالحین اور عارفین کی قبروں کو بھی چومنا جائز ہے (شرح باری لابن حجر، ص ۱۱۵، توضح الجلال الدین سیوطی) فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے اور بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الکرامت باب زیارت القبور)

۲۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو اللہ کے پیارے سے نسبت اور تعلق

ہو جائے وہ چیزیں بھی متبرک ہو جاتی ہیں اور ان تبرکات کا ادب و احترام اور ان کو چومنا جائز ہے۔ دیکھئے یہاں قبر کی حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے حضرت ابو ایوب نے تعظیم کی۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ جس ممبر پر حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے انہوں نے اس ممبر پر اپنا ہاتھ پھیر کر اس کو اپنے منہ پر رکھ لیا (شفاء القاضی عیاض) یعنی اس کو چوم لیا اور اس سے برکت حاصل کی۔

۳۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ حضور ﷺ کے پاس آیا ہوں جس طرح پتھر بے جان بے روح ہوتا ہے یہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس طرح حضور ﷺ کی ذات نہیں بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آپ زندہ ہیں سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اپنے غلاموں کی تکلیفوں کو دور فرماتے ہیں اور ان کی مشکلیں بھی آسان فرماتے ہیں ان کے غموں کا مداوا بھی کرتے ہیں اسی لئے میں اپنے غم کا بھی علاج کرانے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں۔

اہل علم کیلئے  
عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

۲ جلدیں

خصوصیات

۱۔ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل

۲۔ متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

۳۔ مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ

۴۔ ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب  
فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ۰ پاکستان

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر  
کئی تصانیف

درک قرآن

درک حدیث

گریدہ کاسٹارہ

بزم جاناں

مصباح الخصال

جدید شرعی مسائل

اماکیبانی اور اتباع رسول گرامی

37221953-37220479 گنج بخش روڈ لاہور  
37238010 پوسٹ

37225085-37247350 ۱۹ اکرم مارکیٹ ۵۵ ادھر بازار لاہور

32630411-32212011 ۱۴ انفال سٹریٹ لاہور  
32210212 پوسٹ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز



## تعارف

قبلہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر دامت برکاتہم العالیہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ھ کو شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب نے علوم عربیہ کی ابتداء سے انتہا تک اہم اور اذوق ترین کتب رکن الاسلام جامعہ مجددیہ میں (والد گرامی قبلہ مفتی صاحب) کے سائے میں رہ کر پڑھیں جن کا علوم ظاہری و باطنی میں سکہ مسلم تھا اور ساتھ ساتھ (Board of Intermediate and Secondary Education Hyderabad) اور سندھ یونیورسٹی کے تحت مولوی عربی، مولوی عالم، فاضل، میٹرک، انٹرنی۔ اے۔ کے امتحانات حیدرآباد میں نمایاں نمبروں سے پاس کر کے عصری علوم میں بھی مہارت حاصل کرتے رہے۔

دو سال مسلسل ملک المدین استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیا لوی کی خدمت میں رہ کر معقولات میں ملاحسن، خیالی، میرزاہد، غلام یحییٰ، مسلم الثبوت جیسی وہ اذوق کتابیں پڑھیں اور استاذ کی ان نفیس تقریروں سے اپنی نظر و فکر کو روشن و مستنیر کیا کہ پھر علمی میادین میں جس سمت بھی رخ کرتے سکے بٹھادیتے۔ آپ نے جب میدان تصنیف میں "حق نبی" اور "مغفرت ذنب" جیسے علمی و تحقیقی معرکہ الآراء مسائل کی طرف رخ کیا تو دلائل کے وہ انبار لگائے، قرآن و حدیث کے متون اور نصوص سے ایسے نکات اخذ کرتے کہ قاعدتاً اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیا لوی مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، رئیس محققین علامہ اشرف سیالوی، علامہ حسن حقانی، پروفیسر منیب الرحمن سمیت بے شمار علماء مشائخ صرف آپ کے کلام کی تصدیق و تائید ہی نہیں کرتے بلکہ حاسدوں کے حسد اور ان کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کیلئے بارگاہ رب العزت میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھادیتے، خاص طور پر "حق نبی" کے مسئلہ میں قبلہ صاحبزادہ والا شان نے جب اعلیٰ حضرت کے پوتے جناب مولانا اختر رضا خان بریلوی سے علمی مباحثہ کیا تو شاید ہی پاکستان کا کوئی بڑا عالم، فقیہ یا شیخ ہو جس نے آپ کے کلام کی تصدیق و تائید نہ کی ہو۔

آپ کی اس علمی شان و شوکت، خاندانی وجاہت اور میدان عمل میں اخلاص و محبت کو دیکھتے ہوئے ہر تنظیم میں خواہ جماعت اہلسنت ہو، جمعیت علماء پاکستان ہو، تنظیم المدارس ہو، متحدہ مجلس عمل ہو، کمیٹیاں برائے امن و اتحاد ہوں، اسٹیڈنگ کمیٹیاں ہوں، غرض سیاسی تنظیمیں ہوں یا مذہبی جماعتیں ہوں قبلہ صاحبزادہ والا شان کی قیادت و مرکزیت ناگزیر ہے، یہی وجہ ہے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کے وصال کے بعد نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے جدوجہد کرنے والے قافلے کی قیادت کیلئے چار سال دنیا بھر میں ڈھونڈنے کے بعد اگر قیادت کا سہرا کسی کے سر سجایا گیا تو وہ قبلہ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی ہے۔ ان تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ ۱۹۹۳ء میں ہی آپ نے "سندھ کے صوفیائے نقشبند" پر ایک شاندار تحقیقی مقالہ تحریر فرما کر ڈاکٹریٹ جیسی دنیاوی تعلیم کی انتہائی ڈگری حاصل کی اور روحانیت کی اعلیٰ ترین ڈگری "اجازت و خلافت" اپنے والد گرامی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ آپ کی انہی نسبتوں اور روحانی مقامات و مراتب کو دیکھتے ہوئے عالم عرب و عجم کی مستند و معتمد علیہ ہستی سید محمد علوی مالکی نے آپ کو انتہائی محبتوں اور شفقتوں کے ساتھ معقولات و منقولات اور روحانیت کے سلسلوں کی وہ تمام خصوصی اجازت عطاء فرمائیں جو ان کو عرب کے بلند پایہ مفسرین محدثین و صوفیاء سے خصوصی طور پر حاصل ہوئی تھیں۔